انگوٹھے چومنے کی حدیث پر اعتراضات کا لاجواب تجزیہ

انگوٹھے چومنے کی حدیث





مصنف

خلیل احمد رانا

ناشر

اکبر بک سیلرز لاہور

انگوٹھے چومنے کی حدیث

خلیل احمد رانا

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

کتاب	انگوٹھے چومنے کی حدیث
مئولف	خلیل احمد رانا
تعداد	600
اشاعت	نومبر 2022ء
مطبع	محسن پریس، لاہور

انتساب

ضیغم اِسلام علامہ سیّد احمد سعید کاظمی محدّث امروہوی ثم ملتانی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۴؍جون ۱۹۸۶ء) کے نام۔

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

تقدیم

از قلم

حضرت علامہ مفتی محمد اقبال سعیدی رحمۃ اللہ علیہ

سابق شیخ الحدیث جامعہ انوار العلوم ملتان

تاریخ وصال

(۲۶/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ/ ۶/مارچ ۲۰۱۶ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیّد المرسلین وعلی آلہ وصحبہ واتباعہ اجمعین

انگوٹھے چومنا ایک مستحب فعل ہے اس کا کرنا اچھا ہے، لیکن اس کے کرنے کو حرام کہنا شریعت پر افتراء اور بدعت حقیقیہ ہے، کلمہ پڑھنے والوں کا ایک فریق محض اہل سنت کی ضد میں اس مضمون پر بولتا اور لکھتا ہے، اور بغیر کسی ثبوت کے اہل سنت و جماعت کو انگوٹھے چومنے پر بدعتی اور گناہ گار کہہ کر گالیاں دیتا ہے، حالانکہ آج تک یہ لوگ ایسی کوئی حدیث نہیں لا سکے جس سے یہ ثابت ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمت کو اس سے روکا ہے اور نہ ایسی کوئی روایت ان لوگوں نے پیش کی ہے جس کی رو سے اسلام کے چاروں ائمہ فقہاء کرام میں سے کسی نے اس فعل سے روکا اور ناجائز قرار دیا ہو، یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومے تو اس صحابی پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوئے ہوں، جب اس کے

برخلاف ہمارے پاس روایات حدیث اور حنفی فقہاء کے حوالے موجود ہیں، مگر یہ لوگ جھوٹے پروپیگنڈے سے اس فعل کو ناجائز کہنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مصنف جناب محترم خلیل احمد رانا صاحب نے (اللہ انہیں لمبی زندگی عطا فرمائے) فریق مخالف کے اس جھوٹے پروپیگنڈے کا جواب دیا ہے اور بڑی جانفشانی سے اُن کے الزامات کا ردّ کیا ہے، اور بتایا ہے کہ فریق مخالف نے اپنی طرف سے ایسی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں جن کا وجود روئے زمین پر نہ کہیں تھا اور نہ کہیں ہے، اور فریق مخالف کے علماء یکے بعد دیگرے ایک دوسرے سے سن کر اسی جھوٹ کو آگے پھیلاتے جارہے ہیں۔

اور ان کا یہ کردار کوئی جدید بات نہیں، بلکہ کچھ عرصہ قبل امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر افتراء کرتے ہوئے ایک رسالہ گھڑا گیا کہ انہوں نے قبور شریفہ کے پاس جا کر ان کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے والوں پر انکار کیا، حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر رسالہ گھڑا گیا، اس پر مزید تفصیل درکار ہو تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتاویٰ مبارکہ ”فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۵، صفحہ ۹۰، ۹۱، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور“ ملاحظہ فرمائیں۔

رانا صاحب نے بہت جانفشانی سے اِن لوگوں کے اعتراضات کا جواب دیا ہے، فقیر نے اگرچہ آپ کی اس کتاب کو پوری طرح نہیں دیکھا مگر جہاں کہیں سے دیکھا بہت اچھا پایا۔

انگوٹھے چومنا مستحب کیوں؟

اس سلسلے میں عرض گزار ہوں کہ

اذان میں مؤذن سے شہادت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سن کر انگوٹھے چومنا اہل سنت کے نزدیک مستحسن امر ہے، فقہ حنفی کی کتاب ”ردالمحتار“ المعروف فتاویٰ شامی، جلد اوّل، صفحہ ۲۹۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ میں اور اسی فقہ کی دوسری کتاب ”حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح“ صفحہ ۲۸۷، مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی میں اسے مستحب لکھا ہے۔

انگوٹھے چومنا دیوبندی تجربہ سے بھی مفید ہے

ہمارے موقف کے مخالفین میں سے جناب اشرف علی تھانوی صاحب جانی پہچانی شخصیت ہیں، اپنی آخری تصنیف ''بوادر النوادر'' میں انہوں نے اگرچہ اذان میں انگوٹھے چومنے کی حدیث کو تسلیم کرنے سے انکار کیا مگر ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ تجربہ سے آنکھوں کے لئے اس کا فائدہ مند ہونا ثابت ہے۔

(بوادرالنوادر، مطبوعہ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور، ص ۴۰۹)

سوال یہ ہے کہ تھانوی صاحب کو تجربہ سے یہ کیسے معلوم ہوا؟ اور کس نے تجربہ کیا؟ کیا یہ کوئی دوائی تھی جسے طب کی کتابوں میں مجرب لکھا ہوا دیکھا، نہیں اور ہرگز نہیں، کیا کسی صحابی کا صحیح سند سے یہ تجربہ کسی معتبر کتاب میں منقول ہوا تھا؟ ہرگز نہیں، کیا اجماع اُمت سے اس کو مجرب پایا گیا تھا؟ ان میں سے کچھ بھی ثابت نہیں۔

بالآخر وہی احادیث بچ جاتی ہیں جنہیں انگوٹھے چومنے کا مخالف طبقہ نہ صرف غیر صحیح بلکہ ضعیف سے آگے بڑھ کر موضوع یعنی من گھڑت تک کہتا ہے، انہیں میں سے کچھ میں لکھا ہوا ملتا ہے کہ انگوٹھے چومنے والے کی آنکھیں نہیں دُکھیں گی، اگر حدیث من گھڑت تھی اور بات جھوٹی تھی تو پھر تجربہ کہاں سے تلاش کرلیا گیا، اور اگر اس فعل کو مجرب کہنے کے لئے یہ احادیث حجت ہیں، تو پھر جائز اور مستحب ہونے کے لئے وہ حجت کیوں نہیں؟ یہ نرالا استدلال ہے۔

اسلاف تجربہ کو عمل بالحدیث کے لئے حجت سمجھتے تھے

علماءِ سلف کے زمانے سے اگر کوئی ایسی بات ثابت ہوجاتی جو کسی ضعیف حدیث (بلکہ جسے کسی ایک آدھ نے موضوع بھی کہا ہو) میں ہوتی تو بھی تجربہ سے اس حدیث کی سچائی کا یقین کرلیتے تھے۔

جیسا کہ بانی مدرسہ دیوبند جناب محمد قاسم صاحب نانوتوی اپنی کتاب ''تحذیر الناس'' میں شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ اُن کے ایک مرید کا رنگ پریشانی سے تبدیل

ہو گیا، آپ نے سبب پوچھا تو اُس نے کہا کہ میں اپنی ماں کو جہنم میں دیکھ رہا ہوں، تو شیخ نے ایک لاکھ یا پچھتر ہزار کلمہ طیبہ کا ثواب اُس لڑکے کی ماں کو بخش دیا اور اُس شخص کو نہ بتایا (جس مقدار کے بارے میں ایک ضعیف السند حدیث میں وارد ہوا تھا کہ اتنی مقدار کے ثواب سے میت کی بخشش ہو جاتی ہے)، تو وہ لڑکا ہنسنے لگ گیا، حضرت شیخ نے سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ اَب میری ماں کو جنت میں لئے جا رہے ہیں، شیخ نے فرمایا مجھے اس حدیث کی صحت واقعیہ اس مرید کے کشف سے معلوم ہوئی اور اس کے کشف کا سچا ہونا اس حدیث سے معلوم ہوا۔ ملخصاً

(تحذیر الناس، مطبوعہ راشد کمپنی دیوبند، ص ۵۶)

اسی طرح نام نہاد اہل حدیث فرقہ کے پیشوا محمد بن علی الشوکانی ''تحفۃ الذاکرین'' میں (جو کتاب ''حصن حصین'' کی شرح ہے) ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں، حوالہ آگے آ رہا ہے لیکن پہلے یہ ذہن میں رہے کہ نواب صدیق حسن خاں کے بیٹے نواب حسن خاں نے ''عرف الجادی'' میں لکھا ہے کہ ان کے مذہب کی معتبر کتاب شوکانی صاحب کی ''نیل الاوطار'' اور اس کا متن ''منتقی الاخبار'' ہے۔

(عرف الجادی، مطبوعہ صدیقی بھوپال ۱۳۰۱ھ، ص ۸)

یعنی شوکانی صاحب ان کے مسلمہ مذہبی پیشوا ہیں۔

یہی شوکانی صاحب لکھتے ہیں!

''یہ دعا حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، جس میں یہ ہے کہ بارہ رکعتیں پڑھنی ہیں، جس سے پڑھنے والے کی مراد پوری ہو جاتی ہے''۔

حصن حصین کی اس حدیث کے بارے میں شوکانی صاحب اگرچہ بہت غصے میں ہیں، لکھتے ہیں ''فھذا من اعظم الدلائل علی کون ھذا المروی موضوعا'' شوکانی صاحب کی طرف سے پیش کردہ تنقید میں بہت بڑی دلیل ہے اس بات پر کہ یہ روایت (موضوع) من

گھڑت ہے۔

لیکن اس سے پہلے خود لکھتے ہیں کہ :

” رواہ الحاکم وقال قال احمد بن حرب قد جربتہ فوجدتہ حقا وقال ابراھیم بن علی الدیلمی قد جربتہ فوجدتہ حقا وقال الحاکم قد جربتہ فوجدتہ حقا “

اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا اور کہا کہ (محدّث جلیل) احمد بن حرب نے فرمایا میں نے اس کا تجربہ کیا تو حق پایا، ابراہیم بن علی دیلمی نے کہا میں نے بھی تجربہ کیا تو حق پایا، حاکم نے کہا میں نے بھی تجربہ کیا تو حق پایا۔

(تحفۃ الذاکرین، مطبوعہ مصر ۱۳۸۶ھ، ص ۱۶۴)

جب کہ اس عبارت سے پہلے اس کتاب کے متن (حصن حصین) میں تھا کہ :

” قال البیھقی انہ قد جرب فوجد سببا لقضاء الحاجۃ قلت وقد رویناہ فہ کتاب الدعا للواحدی وفی سندہ غیر واحد من اھل العلم ذکر انہ جربہ فوجدہ کذلک وانا جربتہ فوجدتہ کذلک “

بیہقی نے فرمایا کہ اس حدیث کا تجربہ کیا گیا تو اسے حاجت پوری ہونے کا سبب پایا گیا ہے (مؤلف کتاب حصن حصین لکھتے ہیں) ہم نے علامہ واحدی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں یہ حدیث روایت کی اور اس کی سند میں کئی اہل علم راوی ہیں جو یہ بیان کررہے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک نے اس کا تجربہ کیا تو اسی طرح پایا، (مؤلف کتاب علامہ محمد بن محمد الجزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) میں نے بھی اس دعا کا تجربہ کیا تو اسی طرح پایا۔

(حصن حصین متن تحفۃ الذاکرین، مطبوعہ مصر ۱۳۸۶ھ، ص ۱۶۳، ۱۶۴)

یہ سب کچھ لکھنے پڑھنے کے باوجود شوکانی صاحب کی غیر مقلدیت (جو ابن تیمیہ کے بعد انہیں سے شروع ہوئی اور دراصل ان کے زیدی شیعہ ہونے کا شاخسانہ ہے، جیسا کہ ”نیل

الاوطار'' (مطبوعہ مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر، ج ۱، ص ۶) کے مقدمہ میں ناشر نے اُن کے مذہب میں بیان کیا ہے کہ وہ زیدی شیعہ تھے) نے انہیں چین سے بیٹھنے نہیں دیا حتی کہ شوکانی صاحب سنیوں پر ضرب لگانے کے لئے آپے سے باہر ہو گئے، لکھتے ہیں :

'' والعجب من اعتماد مثل الحاکم والبیھقی والواحدی ومن بعدھم علی التجریب فی امر یعلمون جمیعا انہ مشتمل علی خلاف السنۃ المطھرۃ وعلی الوقوع فی المنھیات''

تعجب ہے کہ حاکم اور بیہقی اور واحدی اور جو اِن کے بعد (محدثین اور ائمہ اہل سنت) ہیں، ان جیسے حضرات نے تجربہ پر بھروسہ ایسے امر میں کرلیا جس کے بارے میں ان سب کو پتا ہے کہ وہ سنت مطہرہ کے خلاف ہے اور انسان اس سے منہیات میں واقع ہو جاتا ہے۔

(تحفۃ الذاکرین، مطبوعہ مصر ۱۳۸۶ھ، ص ۱۶۴)

ہمیں اس سے سروکار نہیں کہ زیدی شیعوں کا یہ نمائندہ اور موجودہ غیر مقلدین کا امام اس حدیث پر عمل کرنے سے منع کر رہا ہے، ہمارا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ علماء اہل سنت جو اس زیدی بچے کے پیدا ہونے سے بھی پہلے اہل سنت کے سروں کا تاج رہے، وہ تجربہ کو اس حدیث کی صحت کے لئے کافی کہہ رہے ہیں، جب کہ یہ یمانی مذہب کا زیدی غیر مقلد اس حدیث کو موضوع تک کہہ رہا ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ ایسی حدیث جو راویوں کی جانچ پرکھ پر نہ صرف ضعیف ہو بلکہ کسی غیر مقلد نے اسے موضوع اور من گھڑت بھی کہا ہو، تجربہ اگر اس کی سچائی کی گواہی دے دے تو وہ حدیث صحیح قرار پاتی ہے، ہم یہ بیان کر آئے ہیں کہ ہم تو ہم، تھانوی صاحب بھی تجربہ سے اسے آنکھوں کا علاج مانتے ہیں۔

اگر مستحب سمجھتے ہو تو نہ کرنے والوں پر ملامت کیوں؟

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ انگوٹھے چومنے کو اگر آپ مستحب مانتے ہیں تو نہ چومنے والوں کو آپ ملامت کیوں کرتے ہیں؟ مستحب تو مستحب ہے کوئی کرے تو ثواب، نہ کرے تو

گناہ نہیں، لیکن اگر مستحب کو واجب سمجھ لیا جائے اور اس کے تارک کو ملامت شروع کر دی جائے تو پھر وہ مستحب نہیں رہتا بلکہ اس کا چھوڑنا ضروری ہو جاتا ہے۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ ہمارے فقہاء اسے مستحب ہی قرار دیتے ہیں، اور مستحب کا حکم یہی ہے کہ نہ کرنے والے کو گناہ نہیں، ہمارے علماء یہی بات کہتے ہیں اور ہم ہر چھوڑنے والے کو ملامت نہیں کرتے، لیکن چھوڑنے والے دو قسم کے ہیں، اوّل جو صحیح العقیدہ ہوتے ہیں، وہ کر لیتے ہیں تو اچھا، اور اگر کبھی چھوڑ دیتے ہیں تو جائز، دوسرے وہ لوگ ہیں جن کے عقیدے میں اس فعل کے مستحب ہونے کی کوئی گنجائش نہیں، وہ اِسے بدعت، گمراہی اور نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں، مزید برآں اُن کے دوسرے عقائد بھی اہل سنت کے خلاف ہوتے ہیں، جب ہمیں ان کے یہ عقائد معلوم ہوں تو پھر ان کو ملامت صرف ان کے عقائد پر کی جاتی ہے، نہ کہ چومنا چھوڑنے پر، اور جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ سنی علماء اور عوام میں سے متعدد ایسے ہوتے ہیں جو بسا اوقات انگوٹھے نہیں بھی چومتے، اس لئے یہ کہنا ہمارے اوپر افتراء ہوگا کہ ہم اسے واجب کے درجہ میں سمجھتے ہیں، لیکن بڑی حیرت کی بات یہ ہے کہ بعض ایسی چیزیں ہیں جنہیں علماء دیوبند مستحب سمجھتے ہیں اور کبھی نہیں چھوڑتے، جیسے نماز میں سر ڈھانپ کے نماز پڑھنا مستحب ہے، بلکہ پگڑی باندھ کر نماز پڑھنا علی الاصح مستحب ہے، اس پر کبھی علماء دیوبند کو غصہ نہیں آتا کہ اپنے ہم مسلک لوگوں سے کہیں کہ تم کبھی نہیں چھوڑتے اس لئے بدعتی، فاسق اور گناہ گار ہو، کیا یہ سارے فتوے ہم غریبوں کے لئے ہوتے ہیں۔

چونکہ یہ اعتراض حنفی کہلوانے والے طبقہ کی طرف سے کیا گیا ہے، اس لئے ہم نے یہ چیزیں پیش کی ہیں، اَب آیئے اہل حدیث کہلوانے والے موجودہ دور کے غیر مقلد علماء سے پوچھتے ہیں، نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی اپنی کتاب ''السراج الوھاج لشرح المسلم بن الحجاج'' میں لکھتے ہیں :

'' قال النووی اجتمعت الامة علی استحباب رفع الیدین عند تکبیرة

الاحرام‘‘

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کے مستحب ہونے پر اُمت کا اجماع ہے، اور باقی تکبیرات کے وقت رفع یدین میں اختلاف ہے، داوٗد نام کے ایک شخص سے (باضابطہ ثبوت نہیں بلکہ) ایک حکایت آئی ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ کو واجب کہتا تھا۔

(السراج الوھاج، الجزالاوّل،، مطبوعہ جامع مسجد اہل حدیث سانگلہ ہل (پنجاب)، ص ۱۸۴)

چونکہ بھوپالی صاحب نے نووی شرح مسلم کا حوالہ دیا ہے تو لگے ہاتھوں اسے بھی دیکھتے جاتے ہیں۔

’’اجتمعت الامۃ علی استحباب رفع الیدین عند تکبیرۃ الاحرام واختلفوا فیما سواھا فقال الشافعی واحمد وجمھور العلماء من الصحابۃ فمن بعد ھم یستحب رفعھما ایضا عند الرکوع وعند الرفع منہ وھو روایۃ عن مالک وللشافعی قول انہ یستحب رفعھما فی موضع رابع وھو اذا قام من التشھد الاول وھذاالقول ھو الصواب ...... وقال ابو حنیفۃ واصحابہ وجماعۃ من اھل الکوفۃ لا یستحب فی غیر تکبیرۃ الاحرام وھو اشھر الروایات عن مالک واجمعوا علی انہ لا یجب شئی من الرفع وحکی عن دائود ایجابہ عند تکبیرۃ الاحرام‘‘

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کے مستحب ہونے پر اُمت متفق ہوچکی ہے، اور دیگر اوقات میں اختلاف کیا تو امام شافعی امام احمد اور جمہور علماء صحابہ میں اور ان کے بعد والوں میں سے یہ فرماتے ہیں کہ رکوع کے وقت اور اس سے اٹھتے وقت بھی مستحب ہے، امام مالک سے بھی ایک روایت یہی ہے، اور امام شافعی کا ایک اور قول ہے کہ دونوں ہاتھ اُٹھانا چوتھی جگہ بھی مستحب ہے، اور وہ یہ ہے کہ جب پہلے تشہد سے کھڑا ہو، اور یہی قول (چاروں جگہ مستحب ہونے کا) درست ہے، (کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں) امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب اور اہل کوفہ کی ایک

جماعت کا مذہب یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے ماسوا دیگر مقامات (مذکورہ) میں رفع یدین مستحب نہیں، اور زیادہ مشہور روایت امام مالک سے بھی یہی آئی ہے (کہ وہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ دوسرے مقامات پر رفع یدین کو غیر مستحب یعنی مکروہ قرار دیتے ہیں) اور اس بات پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ نماز میں کسی جگہ بھی ہاتھ اُٹھانا واجب نہیں، ماسوا داؤد (نام کے ایک شخص) کے جس سے (پکا ثبوت نہیں بلکہ) بطور حکایت یہ بات آئی ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کے وجوب کا قائل تھا۔

(نووی شرح مسلم (عربی)، جلد اوّل، مطبوعہ کراچی، ص ۱۶۸)

اہل حدیثوں کے مقتداء شاہ اسماعیل دہلوی رسالہ "تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین" (عربی) میں لکھتے ہیں، جس کا اُردو ترجمہ اہل حدیث کہلانے والے محمد سلیمان خطیب جامع مسجد اہل حدیث مصری شاہ لاہور نے کیا ہے۔

"سچی بات یہ ہے کہ نماز شروع کرتے وقت اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع کے بعد قیام کرتے ہوئے اور تیسری رکعت کے شروع قیام میں رفع یدین کرنا سنن ہدایت میں سے غیر مؤکدہ سنت ہے، چنانچہ رفع یدین کرنے والے کو اس فعل کے مطابق ثواب ہوگا اگر ہمیشہ یہ عمل کیا تو اس کے مطابق اور اگر ایک مرتبہ کیا تو اس کے مطابق اور اگر کوئی شخص ساری عمر رفع یدین نہ کرے تو اسے ملامت نہ کرنی چاہیئے"۔

(تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور، ص ۵)

مذہب اہل حدیث کے (بالقابہ عندہم) شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں :

"اور جب یہ حال ہے تو سنت یہی ہوا کہ رفع یدین کیا جائے اور کوئی نہ کرے تو بوجہ دوسری جانب کی روایت ضعیف کے اس پر کچھ اعتراض نہ کیا جائے"

(فتاویٰ نذیریہ، مطبوعہ دار المعارف گوجرانوالہ، ص ۴۳۰)

مذہب اہل حدیث کے پیشوا نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کے بیٹے نور الحسن خاں بھوپالی اپنی کتاب ''عرف الجادی من جنان ھدی الھادی'' میں لکھتے ہیں :

'' وچوں برکوع رود ہر دو دست خود تا ہر دو گوش یا ہر دو دوش بردارد وہمچنیں دمیکہ سر خود از رکوع بردارد رفع یدین بجا آرد و در سجود رفع یدین نیست و نزد قیام بر کعت سوم ہم رفع یدین بکندوایں ازاں ہیآت ست کہ باری آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کردو باری نکرد پس فاعل آں مثاب باشد و تارک آں غیر ملام مگر آنکہ انکار کند از سنیت آں''

(عرف الجادی من جنان ھدی الھادی، در مطبع شاہجہانی بھوپال ۱۲۹۶ھ، ص ۲۷)

''اور جب (نمازی) رکوع میں جائے تو اپنے دونوں ہاتھ دونوں کانوں تک یا دونوں کندھوں تک اُٹھائے اور اسی طرح جس وقت اپنا سر رکوع سے اُٹھائے تو رفع یدین کرے اور سجدہ کرتے ہوئے رفع یدین نہیں، اور تیسری رکعت کو کھڑے ہوتے وقت بھی رفع یدین کرے اور یہ (رفع یدین) کرنا ان صورتوں میں سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کیا اور کبھی نہیں کیا، پس اس کے کرنے والے کو ثواب ہوگا اور اس کے چھوڑنے والے پر ملامت نہیں مگر یہ کہ اس کی سنت کا انکار کردے''۔

نوٹ۔ نواب زادہ صاحب نے یہ جملہ بھی خوب لکھا ہے کہ جو رفع یدین کے سنت ہونے کا انکار کرے اس پر ملامت ہے، مگر انہیں پتا نہیں چلا اور وہ اپنی ہی ملت پر وار کر گئے، اس لئے کہ جب دونوں امر سنت ہیں، رفع یدین کرنا بھی اور نہ کرنا بھی، جیسا کہ نواب زادہ صاحب لکھ آئے ہیں، تو ان کے قانون کے مطابق جس طرح نہ کرنے والا اگر کرنے کو سنت نہ سمجھے تو شرعی ملامت کا حق دار ہوگا، تو اس سے یہ بھی نتیجہ نکلا کہ دوسری سنت یعنی ترک رفع یدین کے خلاف کرنے والا اگر رفع یدین کرنے کے ساتھ ترک رفع کو سنت تسلیم نہ کرے تو وہ ملامت کا حق دار ہوگا، جب کہ مذہب اہل حدیث کے دعویٰ داروں کی اکثریت ترک رفع یدین کو سنت نہیں سمجھتے، تو نواب زادہ صاحب نے اپنے اس ارشاد سے اپنے ان تمام ہم مسلک بھائیوں کی

گردن کاٹ دی۔

رہا ہمارے نزدیک اس کا جواب!......تو وہ یہ ہے کہ ہم رفع یدین کو سنت منسوخہ سمجھتے ہیں، اور منسوخ نسخ کے بعد سنت نہیں رہتا، دیکھئے پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کرنا سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور فریضہ اسلام تھا، جب وہ منسوخ ہو گیا تو نہ اَب وہ فریضہ اسلام ہے اور نہ اسے سنت کہنا ہی جائز ہو سکے۔

نتیجۂ کلام : مذکورہ بالا عبارت (جو اہل حدیث رفع یدینیوں اور ان کے مسلم بزرگ نووی شافعی سے منقول ہے) سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

ا۔اہل حدیث مستحب کے قائل پر ملامت کے مرتکب

اہل حدیث ہونے کے دعویداروں کے نزدیک رکوع وغیرہ میں رفع یدین مستحب ہے، خود کہتے ہیں کہ اس کے تارک کو ملامت نہ کی جائے، مگر یہ طبقہ سنی مسلمانوں سے کہتا ہے کہ تم منکر حدیث ہو، مخالف سنت ہو، تمہاری نماز خراب ہوتی ہے، اس لئے یہ لوگ خود بدعتی ثابت ہوئے۔

۲۔ رکوع اور رفع من الرکوع میں رفع واجب نہیں

اہل حدیث کے مسلمہ پیشواؤں کے اقوال سے ثابت ہوا کہ مذکورہ رفع یدین تو کجا نماز میں کوئی رفع یدین واجب نہیں، مگر آجکل کے یہ رفع یدینی واجب کہتے نہیں تھکتے، کبھی کہتے ہیں کہ نماز مکروہ ہوتی ہے، تو یہ احکام شرعی کا اپنی خواہش سے بدلنا ہے، اور جو احکام شرعی کو اپنی طرف سے بدلتا ہے وہ بدعتی ہوتا ہے اور اس کا عمل اللہ کے ہاں مردود ہوتا ہے، کیونکہ حدیث میں ہے ''من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد'' جو شخص ہمارے اس حکم (دین کے احکام) میں کوئی (نیا حکم) ایجاد کرے جو پہلے سے اس میں نہ تھا تو وہ مردود ہے۔

(بخاری، جلد اوّل، مطبوعہ کراچی، ص ۳۷۱۔ مسلم، جلد دوم، مطبوعہ کراچی، ص ۷۷)

کیا اہل حدیث حضرات رفع یدین کو واجب کہنے کے بعد اسے چھوڑنے کی نیکی سر

انجام دیں گے، کیونکہ ان کے بقول جب مستحب کو کچھ لوگ واجب کہنے لگ جائیں تو اس کا چھوڑنا واجب ہوجاتا ہے، یا یہ قانون صرف انگوٹھے چومنے کے خلاف ہے ؟

۳۔ ضعیف حدیث پر عمل کرنے والے پر اعتراض جائز نہیں

میاں نذیر حسین دہلوی نے لکھا ہے کہ رفع یدین نہ کرنے والوں پر کچھ اعتراض نہ کیا جائے، کیونکہ بقول میاں صاحب کے ان کے پاس بھی روایات ضعیفہ موجود ہیں اور رفع یدینیوں کے پاس صحیح احادیث ہیں۔ملاحظہ فرمائیں (فتاویٰ نذیریہ، جلد اوّل ،مطبوعہ دارالمعارف گوجرانوالہ،ص ۴۳۰)

میاں صاحب کے کلام سے ظاہر ہوا کہ جو شخص صحیح احادیث کے مقابل ضعیف حدیث پر عمل کرے اس پر اعتراض درست نہیں، تو انگوٹھے چومنے والی روایت جس کے مقابل کوئی صحیح حدیث منع کرنے والی موجود نہیں، اس پر کیوں کر اعتراض کیا جاسکتا ہے؟ رہا ترک رفع یدین والی احادیث کو ضعیف کہنا تو یہ میاں صاحب کی محض سینہ زوری ہے، ترک رفع یدین کی حدیث صحیح مسلم میں ہے جسے ہم نے اس لئے پیش نہیں کیا کہ اس وقت اصل مضمون ترک رفع یدین کا نہیں چل رہا بلکہ انگوٹھے چومنے کا چل رہا ہے، علاوہ ازیں ان کے مذہب کا پیشوا علامہ ابن حزم اپنی کتاب ''المحلی'' میں مسئلہ ترک رفع یدین کی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صحیح لکھ گیا ہے۔

''فان قیل فھلا او جبتم بھذا الاستدلال نفسہ رفع یدیہ عند کل رفع و خفض فرضا قلنا لانہ قد صح ان رسول اللہ ﷺ کان یرفع یدیہ عند کل خفض و رفع و انہ کان لا یرفع

حدثنا حمام ثنا عباس بن اصبغ ثنا محمد بن عبد الملک بن ایمن ثنا محمد بن اسماعیل الصائغ ثنا زھیر بن حرب ابو خثیمۃ ثنا و کیع عن سفیان الثوری عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن ابن الاسود عن علقمۃ عن عبداللہ بن مسعود قال

الا اریکم صلاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لم یعد۔

فلما صح انہ علیہ السلام کان یرفع فی کل خفض ورفع بعد تکبیرۃ الاحرام ولا یرفع کان کل ذلک مباحالا فرضا وکان لنا ان نصلی کذلک فان رفعنا صلینا کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یصلی وان لم نرفع فقد صلینا کما کان علیہ السلام یصلی "

" پھر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تم نے جو دلائل پیش کئے ہیں ان کی روشنی میں ہر اُٹھنے اور بیٹھنے میں رفع یدین کو فرض کیوں نہیں قرار دیا، ہم جواب دیں گے کہ یہ اس لئے ہوا کہ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ (دونوں باتیں) صحیح ثابت ہو چکی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر جھکنے اور اُٹھنے میں ہاتھ اُٹھایا بھی کرتے تھے اور آپ ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے (اس کے بعد ابن حزم اپنی سند سے ایک حدیث بیان کرتے ہیں)

(۱) حمام (۲) عباس بن اصبغ (۳) محمد بن عبدالملک بن ایمن (۴) محمد بن اسماعیل الصائغ (۵) زہیر بن حرب ابوخیثمہ (۶) وکیع (۷) سفیان الثوری (۸) عاصم بن کلیب (۹) عبدالرحمن بن الاسود (۱۰) علقمہ (۱۱) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

آپ نے فرمایا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز نہ دکھاؤں تو آپ نے پہلی تکبیر میں اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے پھر اس کے بعد نہ کیا۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) تکبیر تحریمہ کے بعد ہر جھکتے اور اٹھتے وقت ہاتھ اُٹھاتے بھی تھے اور نہیں بھی اُٹھاتے تھے، تو یہ دونوں باتیں جائز قرار پائیں گی نہ کہ فرض، اور ہمارے لئے حق ہوگا کہ ہم اسی طرح (دونوں طریقوں) سے نماز پڑھ سکیں، کیوں کہ اگر ہم نے ہاتھ اُٹھائے تو اس طرح نماز پڑھی جس طرح نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پڑھتے تھے، اور اگر ہم نے ہاتھ نہ اُٹھائے تو بھی ہم نے اسی طرح نماز پڑھی جس طرح نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نماز پڑھتے تھے"۔

(المحلی لابن حزم، جلد ۳، مطبوعہ المکتبۃ المنیر یہ مصر، ص ۲۲۵)

کیا انگوٹھے چومنا گالی ھے؟

اَب اصل مضمون کی طرف چلتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ سرائیکی اوراس کے علاوہ بعض دوسرے معاشرون میں گالی کے طور پر ''انگوٹھا'' دکھاتے ہیں، اورتم اسے چوم لیتے ہو، اس کے دو جواب ہیں۔

۱۔ یہ کہ انگوٹھے کا ساتھ والی پہلی اُنگلی کو عربی میں سبابہ یعنی گالی دینے والی انگلی کہتے ہیں، سرائیکی میں تو انگلی سامنے کر کے اشارہ کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے تھوک تم پر، لیکن عرب میں بھی یہ انگلی گالی کے اشارہ کے لئے استعمال ہوتی ہے، اس لئے اسے سبابہ کہتے ہیں، جب کہ نمازی تشہد میں کلمہ شہادت شروع کرتے ہوئے انگلی اُٹھا لیتا ہے، ہم اہل سنت تو ''اِلَّا'' کے ساتھ ہی انگلی گرادیتے ہیں، لیکن دیکھا گیا ہے کہ اہل حدیث پہلے تشہد سے دوسرے تشہد بلکہ آخر تک مسلسل انگلی ہلاتے رہتے ہیں، حالانکہ حدیث میں ہے کہ نمازی جب نماز پڑھے تو یہ تصور کرے کہ اللہ اس کے سامنے ہے۔

(صحیح بخاری، ص ۱۲، جلداوّل، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

پھراس انگلی کی گالی کا کیا مطلب ہے، کیا اللہ تعالیٰ کو گالی دیتے ہیں یا شیطان کو تصور میں سامنے لاتے ہیں، اگر یہ کہیں کہ یہ اشارہ حدیث میں آیا ہے تو ہم بھی یہی کہیں گے کہ انگوٹھے چومنا بھی حدیث میں آیا ہے۔

۲۔ سرائیکی میں انگوٹھا دکھانا اس وقت گالی بنتا ہے جب مخالف کو دکھاتے وقت اس کے سامنے انگوٹھے کا اندر والا حصہ ہو، جب کہ ہم انگوٹھے کا ناخن یعنی پچھلا حصہ چومتے ہیں، یہ گالی ہمارے لئے نہ ہوئی، ہاں منکرین اگر یہ کہتے ہیں کہ یہ انگوٹھے کا منہ ہماری طرف کر کے

ہمیں گالی دی جاتی ہے تو یہ ان کا اپنا گمان ہوگا، ہم نے انہیں گالی دینے کی نیت نہیں کی، بہ ہرحال اگر شیطان یہ سمجھے کہ مجھے انگوٹھا دکھا رہے ہیں تو شاید کسی حد تک معقول بات ہو۔

اللہ کے نام پر انگوٹھے چومنا

مذکورہ بالا اعتراض کی طرح ایک اور عقلی اعتراض کیا جاتا ہے کہ اگر انگوٹھے چومنا تعظیم ہوتی تو اللہ کا نام اس کا زیادہ حق دار تھا۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ اس طرح کے اشارات کا تعظیم ہونا ہمارے نزدیک حدیث نبوی اعلیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے، اور حدیث صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کے لئے آئی ہے، جسے ہمارا فریق مخالف اگرچہ نہیں مانتا، تاہم ہمارے مسلک کے محدثین اور فقہاء اس کو موضوع اور من گھڑت نہیں کہتے، بلکہ اُس پر عمل کو مستحب قرار دیتے ہیں، بلکہ ہمارے کچھ فقہاء اسے سنت صدیقی رضی اللہ عنہ سے ثابت اور صحیح قرار دیتے ہیں، جیسا کہ علامہ علی بن سلطان القاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ'' (المعروف موضوعات کبریٰ) کے صفحہ ۲۱۰، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی پر تحریر فرمایا، اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ کے نام پر انگوٹھے چومنے کی کوئی حدیث ضعیف تو کجا موضوع بھی آج تک نہیں سنی گئی، علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ بندے اس کے سامنے سر جھکائیں اور ماتھا زمین پر لگائیں، لیکن جو اللہ تعالیٰ کو سجدے سے بچ کر منہ کی طرف ہاتھ لے جاتا ہے وہ اللہ کی تعظیم کرنے والا نہیں بلکہ تعظیم سے بھاگنے والا سمجھا جاتا ہے۔

بخاری شریف میں ہے :

'' عن عبداللہ قال اول سورۃ انزلت فیھا سجدۃ '' النجم '' قال فسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسجد من خلفہ الا رجل رایتہ اخذ کفا من تراب فسجد علیہ فرایتہ بعد ذلک قتل کافراً ''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا سب سے پہلے جس سورۃ میں سجدہ

کرنے کا حکم نازل ہوا وہ سورۃ النجم ہے، جب سجدہ کی آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھی تو آپ نے سجدہ فرمایا تو جتنے لوگ آپ کے پیچھے تھے سب نے سجدہ کیا، سوائے ایک شخص کے جسے میں نے دیکھا کہ اس نے مٹی سے ہتھیلی پر کچھ لیا اور اس ہتھیلی پر سجدہ کرلیا، میں نے اس واقعہ کے بعد اسے دیکھا وہ کافر ہونے کی حالت میں قتل کیا گیا تھا اور وہ امیہ بن خلف تھا۔

(صحیح بخاری، جلد دوم، ص ۷۲۱، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے زمین پر ماتھا رگڑنے کی بجائے ہتھیلی کو مٹی لگا کر ہتھیلی منہ پر لگائی اسے اس بے ادبی کی سزا ملی کہ وہ حالت کفر میں قتل کیا گیا، ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم اللہ کے حق میں کمی کر کے اللہ تعالیٰ کی بے ادبی کے مرتکب ہوں۔

اعلان عام

آخر میں ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ اگر ہمارا فریق مخالف ہمیں کوئی ایک ایسی حدیث (خواہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو) دکھادے جس میں اللہ تعالیٰ کے نام پر انگوٹھے چومنے کی ترغیب ہوتو ہم ضرور چومیں گے۔

چومنے کی بجائے صرف دُرود پڑھیں

معترضین کہتے ہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر دُرود شریف پڑھنے کی متعدد احادیث ہیں، لہٰذا ان پر عمل کیا جائے اور انگوٹھے نہ چومے جائیں، بلکہ صرف دُرود شریف پڑھیں۔

جواباً عرض ہے کہ ہم تو شہادت رسالت پر "صلی اللہ علیک یارسول اللہ" پڑھتے ہیں اور انگوٹھے بھی چومتے ہیں، ہمارے نزدیک دُرود پڑھنے کے لئے دُرود ابراہیمی پڑھنا ضروری نہیں، اور یہ بات ہے بھی درست کیونکہ حدیث کی کتابوں میں لاکھوں بار صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا ہے، اور وہ دُرود ابراہیمی ہرگز نہیں، جب کہ ہمارے مخالفین دُرود شریف کے لئے دُرود ابراہیمی ہی کو جائز قرار دیتے ہیں، اس لئے ہم ان سے بجا طور پر دو باتیں پوچھنے کا حق رکھتے ہیں۔

سوال (۱)۔ کیا آپ دونوں شہادتوں کے وقت دونوں بار پورا دُرود ابراہیمی دو بار پڑھتے ہیں؟ کیا اپنے پیروکاروں کو یہ مسئلہ بتاتے ہیں جھوٹ نہ بولئے گا؟

سوال (۲)۔ جب ہم بعد نماز جنازہ دُعا کرتے ہیں تو منکرین کو ہمارے کچھ علماء نماز کے بعد دُعا کی عمومی احادیث بھی دکھاتے ہیں، مگر وہ نہیں مانتے، کہتے ہیں کہ اس خاص موقع پر دُعا مانگنا دکھاؤ، یعنی ان کے نزدیک عمومی فرمان سے خصوصی موقع پر عمل کا جواز ثابت نہیں ہوتا، تو یہی بات ہم نے اَب یہاں پوچھنی ہے کہ دُرود شریف کی احادیث بھی عمومی فرمان ہے، کیا کوئی ایسی حدیث موجود ہے کہ جب اذان میں نبی کریم ﷺ کا نام پاک آئے تو سننے والے کو چاہیے کہ وہ دُرود ابراہیمی پڑھے، اگر ہے تو دکھائیں تا کہ ہم اس پر عمل کرسکیں، اگر ایسی کوئی حدیث نہیں آئی تو پھر آپ اپنے مذہب کے قواعد کی اپنے ہاتھوں بربادی کیوں کرتے ہیں؟

کیا مؤذن انگوٹھے چومے ؟

رہا یہ امر کہ انگوٹھے چومنے کی جو احادیث ہماری طرف سے پیش کی جاتی ہیں، ان میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اذان کہنے والا جب شہادت رسالت ادا کرے تو سننے والے کو انگوٹھے چومنے چاہیں، لہذا احادیث کی رو سے یہ تلقین اولاً صرف سننے والے کے لئے ہے، اَب اگر اذان کہنے والا بھی چوم لے تو اس سے منع بھی نہیں کیا گیا اور نہ چومے تو اسے ترغیب بھی نہیں دی گئی، لہذا دونوں جائز ہوں گے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے

"اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللھم ربنا لک الحمد"

جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو۔

(صحیح بخاری، جلد اوّل، ص ۱۰۹، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہاں مقتدی کو "اللھم ربنا لک الحمد" کہنے کی تلقین کی گئی، اس لئے اگر امام "

اللھم ربنا لک الحمد ‘‘ نہ کہے تو اس حدیث کے تحت وہ کوئی مجرم نہیں، اور اگر کہہ دے تو اس حدیث نے منع بھی نہیں کیا، تب بھی وہ مجرم نہیں، پس یہی جواب انگوٹھے چومنے کے مسئلہ میں سمجھا جائے۔

چومنا صرف انگوٹھے کا کیوں ؟

اعتراض کرتے ہیں کہ انگوٹھے کی تخصیص کیوں؟ سب انگلیاں کیوں نہیں؟ اس کے جواب میں عرض ہے کہ ہمارے سامنے ’’انجیل برناباس‘‘ ہے، یہ ہم مانتے ہیں کہ انجیل میں بہت سی تحریفیں واقع ہوئیں، لیکن کچھ نہ کچھ اصل کتاب سے بھی باقی رہ گیا، جس نسخے میں کتاب کا کچھ زیادہ حصہ باقی رہا تھا اِسے اسلام کا دم بھرنے والے ادارے ترجمہ کرا کے مسلمانوں میں لے آئے، وہ ہے ’’انجیل برناباس‘‘ جسے اسلامی مشن سنت نگر لاہور نے ۱۹۶۱ء میں شائع کیا، پھر اسلامک پبلی کیشنز لاہور نے ۱۹۶۲ء میں شائع کیا، جو مودودی صاحب کی جماعت اسلامی کا اشاعتی ادارہ ہے۔

لیکن اس وقت جو نسخے ہمارے سامنے ہیں اِن میں سے ایک کو ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۰۰۳ء میں علمائے دیو بند کے ادارہ اسلامیات نے جس کے انارکلی لاہور اور کراچی میں مراکز ہیں شائع کیا ہے، جن جگہوں سے یہ کتاب دستیاب ہوسکتی ہے، ان میں سب سے پہلے دارالعلوم کراچی نمبر ۱۶ کے مدرسہ کا نام آتا ہے، اس کے علاوہ ملتان اور بہاول نگر کے دیو بندی کتب خانوں سے بھی دستیاب ہے۔

ٹائٹل پر ترجمہ کے عنوان کے نیچے مولانا محمد حنیف انصاری لکھا ہوا ہے، مقدمہ کے عنوان کے نیچے لکھا ہے مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی، یہ صاحب اپنے آخری دور میں دیو بندیوں کے مدرسہ خیرالمدارس ملتان میں دورہ حدیث سے فارغ ہونے والے ان کے علماء کو مناظرہ پڑھانے والے تھے، جامعہ دارالعلوم کراچی کے جناب خالد محمود صاحب نے اس کی ترتیب اور پیشکش کا ذمہ لیا، ان سے تعاون کرنے والوں میں مولوی حفیظ اللہ صاحب ڈیروی

اور مولوی خلیل الرحمن صاحب کا بھی ذکر آیا ہے، اسی کتاب کے صفحہ ۱۷ پر مقدمہ لکھتے ہوئے خالد محمود صاحب نے لکھا ہے کہ اس کے چھاپنے کی ذمہ داری جامعہ دارالعلوم کراچی کے استاد محمود اشرف صاحب نے لی ہے۔

اس ساری تقدیم سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم جس کتاب کا حوالہ پیش کر رہے ہیں وہ عیسائیوں کے نزدیک بے شک معتبر نہ ہو لیکن جس مسلک کی ٹیم نے اس کتاب کو بطور حجت چھاپا ہے، ان پر تو بہ ہر حال حجت ہے، ضروری نہیں کہ اسے وہی کتاب مانتے ہوں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ نے نازل فرمائی بلکہ اگر صرف عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال وافعال اور ان کی سیرت کا تذکرہ بھی ہو جو کہ مقدمہ لکھنے والوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحابی یوسف لاوی عرف برناباس نے لکھا ہے تب بھی ہمارے مفہوم کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے، کیونکہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے مذکورہ صحابی نے جو روایت لکھی ہے وہ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں ہے، جو خود سے گھڑ کر نہیں کہہ سکتا، یا تو اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سنی ہوگی یا پہلی کتابوں میں سے کسی ایسی کتاب میں دیکھی ہوگی، جس کی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے تصدیق فرمائی ہوگی، لہذا ہر صورت سچی ہوگی، اَب ملاحظہ فرمایئے کہ وہ بات ہے کیا؟

یہ انجیل برناباس کی فصل نمبر ۳۹ کی آیت نمبر ۱۴ سے لے کر آیت نمبر ۲۷ تک ہے۔

(آیت نمبر ۱۴) پس جب کہ آدم اپنے پیروں پر کھڑا ہوا تو اس نے آسمان میں ایک تحریر سورج کی طرح چمکتی دیکھی جس کی عبارت تھی ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ''۔

(آیت نمبر ۱۵) تب آدم نے اپنا منہ کھولا اور کہا میں تیرا شکر کرتا ہوں اے میرے پروردگار اللہ کیوں کہ تو نے مہربانی کی پس مجھ کو پیدا کیا۔

(آیت نمبر ۱۶) لیکن میں تیری منت کرتا ہوں کہ تو مجھے خبر دے کہ ان کلمات کے کیا معنی ہیں ''محمد رسول اللہ''۔

(آیت نمبر ۱۷) تب اللہ نے جواب دیا مرحبا ہے تجھ کو اے میرے بندے آدم۔

(آیت نمبر ۱۸) اور میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جس کو میں نے پیدا کیا۔

(آیت نمبر ۱۹) اور یہ شخص جس کو تو نے دیکھا ہے تیرا ہی بیٹا ہے جو کہ اس وقت کے بہت سے سال بعد دنیا میں آئے گا۔

(آیت نمبر ۲۰) اور وہ میرا ایسا رسول ہوگا کہ اس کے لئے میں نے سب چیزوں کو پیدا کیا۔

(آیت نمبر ۲۱) وہ رسول کہ جب آئے گا دنیا کو ایک روشنی بخشے گا۔

(آیت نمبر ۲۲) یہ وہ نبی ہے کہ اس کی روح آسمانی روشنی میں ساٹھ ہزار سال قبل اس کے رکھی گئی تھی کہ میں کسی چیز کو پیدا کروں۔

(آیت نمبر ۲۳) پس آدم نے بمنت یہ کہا کہ اے پروردگار یہ تحریر مجھے میرے ہاتھ کی انگلیوں کے ناخن پر عطا فرما۔

(آیت نمبر ۲۴) تب اللہ نے پہلے انسان کو یہ تحریر اس کے دونوں انگوٹھوں پر عطا کی، داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر یہ عبارت لا الہ الا اللہ۔

(آیت نمبر ۲۵) اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر یہ عبارت محمد رسول اللہ۔

(آیت نمبر ۲۶) تب پہلے انسان نے ان کلمات کو پدری محبت کے ساتھ بوسہ دیا۔

(آیت نمبر ۲۷) اور اپنی دونوں آنکھوں سے ملا اور کہا مبارک ہے وہ دن جس میں کہ تو دنیا کی طرف آئے گا۔

(انجیل برنا باس، ص ۱۷۰، ۱۷۱، مطبوعہ ادارہ اسلامیات کراچی)

دوسرا نسخہ جو ہمارے سامنے ہے وہ مودودی جماعت کے اشاعتی ادارہ اسلامک پبلی

کیشنز کا شائع کردہ ہے، یہ اس کا آٹھواں ایڈیشن ہے، جو ۱۹۹۸ء میں چھپا ہے، اس کی خصوصیات سے ہے کہ اس کا مقدمہ مودودی صاحب کے قلم سے لکھا گیا ہے، اور اس کا فرق یہ ہے کہ اس میں ایک مجموعہ لایا جاتا ہے جسے ادارہ اسلامیات والوں نے فصل کے عنوان سے دیا تھا، یہاں صرف ۳۹ نمبر کا عنوان ہے، اس کے نیچے کے جملوں کو آیت نمبر یا درس نمبر نہیں دیا گیا، ترجمہ کی عبارت میں معمولی فرق ہے، جس سے معنی میں فرق نہیں پڑتا، تاہم محمد رسول اللہ کا جملہ ادارہ اسلامیات میں عربی رہنے دیا گیا، جب کہ مودودی اشاعت خانہ نے اس کا اُردو ترجمہ لکھ دیا۔

اس حوالہ کی روشنی میں معلوم ہوا کہ صرف انگوٹھے چومنے کی حکمت یہ ہے کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے صرف انگوٹھے چومے تھے، سیدنا آدم علیہ السلام کو ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' انگوٹھوں پر لکھا ہوا دکھایا گیا تھا، اگر انجیل کے ان چند جملوں کو (جنہیں چھپوانے والے مسلک دیوبند کے حضرات نے آیتیں قرار دیا ہے)، اگر ان کے ماننے سے اہل سنت وجماعت کے لوگ انگوٹھے چوم کر عیسائی اور نصرانی بنتے ہیں تو جس مسلک کے لوگوں نے اسے چھاپا، اس پر مقدمات لکھے، اس کو صحیح قرار دینے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، وہ تو سو حصے زیادہ نصرانی ہوں گے، کیوں کہ ایک صفحہ کے ماننے سے اگر نصرانی بنتا ہے تو ۳۲۵ صفحات کو ماننے والا زیادہ نصرانی ٹھہرے گا۔

جہاں ہاتھ ہلانا منع ہے وہاں انگوٹھے نہیں چومے جائیں گے

نماز میں جب امام قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے، یا نمازی قرآن مجید پڑھ رہا ہے تو دوران تلاوت جہاں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مقدس آئے وہاں پر دونوں ہاتھ اُٹھا کر انگوٹھے چومنا ممنوع رہے گا، کیوں کہ نماز میں دونوں ہاتھ سے کوئی کام کرنا عمل کثیر ہو سکتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

'' عن ابی ذر قال سالت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن کل شئی حتی سالته عن مسح

الحصی فقال واحدۃ او دع"

حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہر شئی کے بارے میں پوچھا یہاں تک کہ میں نے آپ سے (نماز میں) کنکریوں کا ہاتھ لگانے کے بارے میں بھی پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا صرف ایک بار ایسا کرلو یا وہ بھی چھوڑ دو۔

(مسند احمد، جلد ۵، ص ۱۶۳، مطبوعہ مکۃ المکرمہ)

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے :

" عن ابی ذر قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا قام احدکم الی الصلوٰۃ فان الرحمۃ تواجھہ فلا یحرک الحصی او لا یمس الحصی"

حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز کی جانب کھڑا ہو تو یقین کرے کہ رحمت الٰہیہ اس کی طرف متوجہ ہے تو وہ کنکریوں کو نہ ہلائے یا فرمایا وہ کنکریوں کو ہاتھ نہ لگائے۔

(مسند احمد، جلد ۵، ص ۱۵۰، مطبوعہ مکۃ المکرمہ)

نمازی کے سجدے میں ہاتھ رکھنے کی جگہ پر اگر کنکریاں ہوں تو اسے ایک ہاتھ سے ایک دفعہ ہٹا سکتا ہے ورنہ نہیں حالانکہ وہاں مجبوری ہے اور یہاں مجبوری نہیں اس لئے بطریق اولیٰ نماز میں ایسا کرنا غلط ہوگا۔

اسی طرح خطبہ کے بارے میں ارشاد ہوا :

" من مس الحصی فقد لغا"

جس نے خطبہ کے دوران کنکریوں کو ہاتھ لگایا تو وہ لغو کام کا مرتکب ہوا۔

(صحیح مسلم، جلد اوّل، ص ۲۸۳، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

جب کہ اذان کی طرح اقامت میں یہ نام سن کر چومنے میں ایسی کوئی قباحت نہیں خصوصاً اس لئے کہ محاورات علماء میں اذان و اقامت دونوں کو ملا کر "اذانین" کہا جاتا ہے۔

آخر میں دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے محترم ومکرم جناب خلیل احمد رانا صاحب کے قلم میں برکت عطا فرمائے اوران کی اس کاوش کوسعی مشکور بنائے ،اورانہیں توفیق عطا فرمائے کہ وہ مسلک اہل سنت کی ہمیشہ بیش از بیش خدمت کرتے رہیں۔

آمین

برحمتک یا ارحم الراحمین وبجاہ النبی الکریم الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم وعلی آلہ واصحابہ وعلماء شریعتہ وابناء ملتہ اجمعین۔

احقر خلائق فقیر محمد اقبال قادری چشتی صابری حنفی رضوی

یکے از شیوخ الحدیث جامعہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان

۲۹ ر جمادی الاخریٰ ۱۴۳۳ھ

انگوٹھے چومنے کی حدیث

ترتیب۔ خلیل احمد رانا

بے لکھ واری عطر گلابوں دھوئیے نت زباناں

نام اُنہاں دے لائق ناہیں، کی قلمے دا کاناں

ترجمہ۔ اگر ہمیشہ لاکھ مرتبہ بھی عطر گلاب سے زبان دھوئی جائے، پھر بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لینے کے لائق نہیں اور سرکنڈے کے کانے کی قلم کی تو حیثیت ہی کیا ہے۔

(محمد بخش، میاں، سیف الملوک : جہلم، حافظ ملک محمد امین اینڈ سنز، ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۳ء، ص ۷)

اللہ تعالیٰ عزوجل نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا !

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (القرآن : ۴۸: ۹)

ترجمہ۔ اور (رسول) کی تعظیم وتوقیر کرو۔

اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا کہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوب تعظیم وتوقیر کریں۔ ''تعزروہ'' کا معنی ہے خوب تعظیم کرو یعنی نہ صرف تعظیم بلکہ خوب تعظیم، جس کا مطلب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم میں مبالغہ کرو، اور یہ مبالغہ بھی محض ہماری نسبت سے ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر میں جس طرح بھی مبالغہ کریں، ہمارا مبالغہ اس شان کی نسبت سے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بخشی ہے، تقصیر وکوتاہی ہی ہے، چنانچہ حافظ الحدیث امام قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ یحصبی مالکی اُندلسی (اسپین، یورپ) رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۵۴۴ھ/ ۱۱۴۹ء) اپنی کتاب ''الشفاء'' کے تیسرے باب میں فرماتے ہیں!

قال المبرد تعزروہ تبالغوا فی تعظیم

(اندلسی، قاضی عیاض بن موسیٰ، الشفاء بتعریف حقوق المصطفی: ج ۲ ملتان، عبدالتواب اکیڈمی، سن طباعت ندارد، ص ۲۸)

ترجمہ۔ امام مبرد نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان تعزروہ کا معنی یہ ہے کہ لوگو تم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں مبالغہ کرو۔

محدث امام احمد بن حجر الھیتمی المکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی۔۱۵۶۶ء/۹۷۴ھ) اپنی کتاب الجوھر المنظم میں فرماتے ہیں!

"ومن بالغ فی تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم بانواع التعظیم ولم یبلغ بہ ما یختص بالباری سبحانہ وتعالیٰ فقد اصاب الحق وحافظ علی جانب الربوبیۃ والرسالۃ جمعیا وذلک ھو القول الذی لاافراط فیہ ولاتفریط"

(الھیتمی المکی، امام احمد بن حجر، جوھر المنظم: قاہرہ، مطبع خیریہ، ۱۳۳۱ھ، ص ۱۲)

ترجمہ۔ اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں ہر اس طریقہ سے مبالغہ کیا جس سے تعظیم بلند ہو اور یہ مبالغہ ذات باری تک نہ لے جائے تو وہ حق تک پہنچا اور اس نے اللہ کی ربوبیت اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی حدوں کی پاسداری کی اور یہ وہ قول ہے جو کہ افراط وتفریط سے پاک ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

یہاں ایک شبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں مبالغہ کرنا جائز ہے تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے نہ بڑھاؤ جیسے نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریم کو بڑھایا، میں اللہ کا صرف عبد ہوں، لہٰذا تم مجھے عبداللہ ورسولہ کہو۔

غزالئ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۱۹۸۶-۱۹۱۳ء) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں !

''یہ حدیث صحیحین (بخاری ومسلم) کی متفق علیہ ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ مجھے الوہیت اور معبودیت کے درجہ تک نہ بڑھاؤ، جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہہ کر انہیں اِلٰہ اور معبود بنایا اور مقام عبدیت ورسالت سے بڑھا کر معبودیت اور الوہیت تک پہنچا دیا۔

جو لوگ اس حدیث کو پڑھ کر رسول اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رسالت اور کمال عبدیت بیان کرنے سے روکتے ہیں، انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ شان رسالت اور کمال عبدیت کے مقام پر اور مرتبہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں مبالغہ ممکن نہیں، اس لئے کہ عبدیت ورسالت کا کوئی کمال ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا نہ فرما دیا ہو، نیز یہ کہ اس مقام عبدیت ورسالت میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کوئی حد نہیں نہ اس میں زیادتی اور مبالغہ متصور ہے، البتہ الوہیت اور معبودیت کی صفت اگر کوئی شخص معاذ اللہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرے تو یقیناً اس نے مبالغہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حد سے بڑھایا، لیکن کسی مسلمان کے حق میں یہ گمان کرنا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو الوہیت اور معبودیت کے درجہ تک پہنچایا ہے، بڑا جرم اور گناہ عظیم ہے، کوئی مسلمان جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اپنی زبان سے پڑھتا ہو اور دل سے اس کا یقین رکھتا ہو اس کے حق میں ان کا گمان شدید قسم کی سوءظنی ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''ان بعض الظن اِثمٌ'' یعنی بعض ظن گناہ ہوتے ہیں، مختصر یہ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس

بیان کرنے میں مبالغہ ممکن نہیں بجز اس کے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے الوہیت ثابت کی جائے اور اس حدیث میں خود اس کی تصریح موجود ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ (الحدیث) یعنی مجھے ایسا نہ بڑھاؤ جیسا نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بڑھایا۔

ظاہر ہے کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اِلٰہ مانا تھا جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''واذقال اللہ یعیسیٰ أانت قلت للناس اتخذونی وامی اِلٰھین من دونِ اللہ''۔ ثابت ہوا کہ حدیث مبارک میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اِلٰہ ماننے کی نہی وارد ہے، یہ نہیں کہ ماسوائے الوھیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان تسلیم کرنے سے منع کیا گیا ہو، حاشا وکلا ایسا ہرگز نہیں، بلکہ ہر وہ خوبی اور کمال جو الوہیت کے ماسویٰ ہے وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے ثابت و متحقق ہے، حضرت شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۹۵۸۔ ۱۰۵۲ھ/ ۱۵۵۱۔ ۱۶۴۲ء) اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے اشعتہ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں!

(فارسی سے ترجمہ) ''پس مجھے خدا کا بندہ اور اس کا رسول کہو، مقام عبدیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام خاص اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت مخصوصہ ہے، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے عبد حقیقی ہیں اور اس وصف عبدیت میں سب سے زیادہ اتم و اکمل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کمال مدح اور علو مقام اسی صفتِ عبدیت کی طرف اسناد کرنے میں ہیں، حد سے بڑھانا اور مبالغہ کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح شریف میں راہ نہیں پاتا، جس صفتِ کمال کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اثبات کریں اور جس کمال و خوبی کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف کریں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مرتبہ سے قاصر ہے، بجز اثبات صفتِ الوہیت کے کہ وہ درست نہیں۔

(شعر کا ترجمہ) ''یعنی امر شرع اور دین کو محفوظ رکھنے کے لئے انہیں خدا نہ کہو، اس کے علاوہ جو

صفت چاہو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح میں بیان کرو۔‘‘

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان کی حقیقت جانتا ہے نہ ان کی تعریف کر سکتا ہے، اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حقیقت میں جیسے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، جیسا کہ خدا تعالیٰ کو ان کی طرح کوئی نہیں پہچانتا۔‘‘

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح میں جو کمالات اور خوبیاں بیان کی جائیں وہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرتبہ سے قاصر ہیں اور کسی قسم کے اطراء ومبالغہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف میں راہ نہیں ملتی، بجز اثبات الوہیت کے، اور یہ امر ظاہر ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو روحانی طور پر حاضر ناظر سمجھنا، ابتداء آفرینش خلق سے دخول جنت ونار تک جمیع ما کان وما یکون کے علم کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالم ماننا، نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نور کہنا، اسی طرح خزائن الٰہیہ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دست کرم میں بعطاء الٰہی تسلیم کرنا، علیٰ ہذا القیاس جس قدر صفات وکمالات تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے اہل سنت قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت مانتے ہیں، ان میں سے کوئی وصف بھی صفت الوہیت نہیں، لہٰذا کمالات مذکورہ کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح وثنا کو معاذ اللہ اطراء اور مبالغہ کہنا دروغ بے فروغ ہے، امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ (۶۱۰۔۶۹۶ھ/ ۱۲۱۳۔۱۲۶۹ء) نے قصیدہ بردہ میں کیا خوب فرمایا!

دَعْ مَاَ ادَّعتہ النصاریٰ فی نبیھم

واحکم بما شئت مدحاً فیہ و احتکم

(ترجمہ) چھوڑ دے اس چیز کو (یعنی الوہیت کو) جس کا دعویٰ کیا تھا نصاریٰ نے اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اور حکم کر ہر اس چیز کے ساتھ جو تو چاہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح وثنا میں اور اس پر اچھی طرح پختہ اور مظبوط رہ۔‘‘

(کاظمی، سید احمد سعید (متوفی ۱۹۸۶ء)، درس حدیث، مشمولہ، السعید (ماہنامہ)، ملتان، ستمبر ۱۹۶۲ء، ص ۸۔۹)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہر اس طریقہ سے جائز ہے کہ جس سے تعظیم بلند ہو اور یہ مبالغہ ذات باری تک نہ لے جائے، درود و سلام باادب بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے، اگر کھڑے ہو کر پڑھے تو یہ بھی تعظیم میں داخل ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء) مقدمہ "فتح الباری شرح بخاری" میں نقل فرماتے ہیں!

"قال البخاری ما کتبت فی کتاب الصحیح حدیثا الا اغتسلت قبل ذلک و صلیت رکعتین"

(العسقلانی، حافظ ابن حجر، مقدمہ فتح الباری شرح صحیح بخاری: دہلی، س ن، ص ۵)

ترجمہ۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی کتاب جامع الصحیح میں کوئی حدیث درج نہیں کی مگر پہلے میں نے غسل کیا اور دو رکعت نفل پڑھے۔

اہل سنت کے ہر طریقہ تعظیم پر اعتراض کرنے والے دنیا جہان کے تمام منکرین سے مطالبہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/ ۸۱۰۔۸۷۰ء) کے اس فعل پر کوئی دلیل لاؤ، کوئی حدیث پیش کرو، جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ جب میری حدیث نقل کرو تو غسل کر کے دو رکعت نفل پڑھ لیا کرو، بتاؤ حدیث درج کرنے کا یہ طریقہ کہیں قرآن میں آیا ہے یا کسی حدیث میں آیا ہے ؟

امام بخاری نے ہر حدیث لکھنے سے پہلے غسل اور نماز سے اپنا عقیدہ بھی ثابت کر دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا ہر طریقہ صحابہ کرام سے ثابت ہونا ضروری نہیں بلکہ ہر وہ طریقہ جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر ظاہر ہو وہ جائز و مستحسن ہے، معلوم ہوا کہ

حدیث درج کرنے کا یہ طریقہ ادب و تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے امام بخاری نے اپنی رائے سے اختیار کیا، جس کام کے لئے قرآن وحدیث سے کوئی دلیل نہ ہو تو تم کہتے ہو کہ یہ بدعت ہے، اب بتاؤ کہ امام بخاری کا یہ عمل کس خانہ میں رکھو گے؟۔

امام قاضی عیاض مالکی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ''الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' میں لکھتے ہیں!

''کان مالک اذا ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتغیر لونہ وینحنی''۔

(اندلسی ،قاضی عیاض بن موسیٰ ، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ: ج ۲، ص ۳۳)

ترجمہ۔ یعنی امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام اقدس سنتے تو ان کا رنگ (بوجہ ہیبت وعظمت اسم اقدس) متغیر ہو جاتا اور نام اقدس سننے کی وجہ سے سرنگوں ہو جاتے تھے۔

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ، (۹۳ھ۔۱۷۹ھ) تابعی ہیں، محدث ہیں، اہل سنت کے فقہ مالکی کے امام ہیں، آپ کی کتاب ''موطا امام مالک'' کا بہت بڑا مقام ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کی تعظیم وتوقیر سے بدکنے والوں سے سوال ہے کہ امام مالک رضی اللہ عنہ کو کون سی حدیث سے یہ ثبوت ملا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کو سن کر سر جھکا لیا جائے؟۔ الشفاء میں ''ینحنی'' کا لفظ ہے، یعنی ادب سے جُھک جاتے، کیا اتنے بڑے امام اور محدث کو کسی نے بدعتی کہا ہے؟، یہ صرف انگریز کی پیداوار کا کام ہے کہ خود تو اپنے نصیب میں ادب کرنا ہے نہیں، اور جو بھولے بھالے مسلمان نام اقدس کی تعظیم وادب کرتے ہیں، ان کو پریشان کرتے ہیں اور ان کے پیچھے لٹھ لے کر پڑے ہوئے ہیں کہ یہ بدعت ہے وہ بدعت ہے، اور اپنے اس گھناؤنے جرم سے پیٹ پالنے کے لئے مسلمانوں میں تفرقہ کا باعث

بنے ہوئے ہیں۔

نام اقدس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم

(شہادت کی انگلیاں اور انگوٹھے چومنے کی احادیث)

(۱)

الامام الحافظ شمس الدین ابی الخیر محمد بن عبدالرحمن السخاوی رحمۃ اللہ علیہ(۸۳۱۔۹۰۲ھ/۱۴۲۷۔۱۴۹۶ء) اپنی شہرہ آفاق کتاب ”المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتھرہ علی الالسنۃ“ میں حدیث درج فرماتے ہیں!

”مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلھما عند سماع قول المؤذن اشھد ان محمدرسول اللہ مع قولہ اشھد ان محمد عبدہ ورسولہ رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا ذکرہ الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ انہ لما سمع قول المؤذن اشھدان محمدرسول اللہ قال ھذا و قبل باطن الانملتین السبابتین و مسح عینیہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم من فعل مثل مافعل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی ،ولایصح“۔

(سخاوی، الامام الحافظ شمس الدین ابی الخیر محمد بن عبدالرحمن، المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتھرہ علی الالسنۃ: بیروت، دارالکتب العلمی، ص ۳۸۴)

ترجمہ۔مؤذن سے اشھد ان محمد رسول اللہ کے الفاظ مبارک سن کر شہادت کی

انگلیوں کے پورے اندرونی جانب سے چوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ دعا پڑھنا ''اشھد ان محمد عبدہ ورسولہ رضیت باللہ رباو بالاسلام دیناو بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا''۔اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب آپ نے موذن کو اشھدان محمد رسول اللہ کہتے سنا تو یہ دعا پڑھی اور اپنی شہادت کی انگلیوں کے پورے اندرونی جانب سے چوم کر اپنی آنکھوں پر لگائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا کہ میرے پیارے دوست نے کیا، اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگی اور یہ حدیث محدثین کی اصطلاح میں درجہ صحت کو نہ پہنچی۔

امام شمس الدین سخاوی رحمتہ اللہ علیہ نے اس حدیث کے ساتھ مزید احادیث اور حکایات بیان فرما کر آخر میں فرمایا!

''ولا یصح فی المرفوع من کل ھذا شئی''

ترجمہ۔بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں۔

(السخاوی، الامام الحافظ شمس الدین ابی الخیر محمد بن عبدالرحمن، المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتھرہ علی الالسنۃ: بیروت ،دارالکتب العلمیہ ،ص ۳۸۵)

قارئین یہ بات ذہن میں رکھیں کہ امام سخاوی رحمتہ اللہ علیہ نے یہ احادیث بیان کرنے کے بعد ان کے بارے میں صرف ''لا یصح'' فرمایا ہے، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں فرمایا، اب ذرا تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین کی دھاندلی اور خیانت ملاحظہ فرمائیں!

دیوبندی مکتبہ فکر کے مولوی محمد حسین نیلوی (متوفی ۲۰۰۶ء سرگودھا، پنجاب،

پاکستان)، شاگرد مولوی حسین علی واں بھچروی (۱۲۸۳۔ ۱۳۶۳ھ/۱۸۶۶۔ ۱۹۴۳ء) مصنف ''تفسیر بلغتہ الحیر ان'' اپنی کتاب ''خیر الکلام فی تقبیل الابہام'' میں لکھتے ہیں!

''حضرت امام سخاویؒ کی کتاب ''مقاصد حسنہ'' ص ۳۸۵ کے حاشیہ میں محشی نے تحریر فرمایا ہے'' وحکی الحطاب فی شرح مختصرۃ خلیل حکایۃ اخریٰ غیر ھٰھنا وتوسع فی ذلک ولایصح شئی من ھذا فی المرفوع کما قال المؤلف بل کلہ مختلق'' (ترجمہ) کہ شرح مختصر خلیل میں اس آخری حکایت کے علاوہ ایک اور حکایت بھی علامہ حطابؒ نے بیان فرمائی ہے جس میں انہوں نے کھل کر بحث فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ اس بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہے جیسا کہ حضرت مؤلف (امام سخاوی) نے فرمایا ہے، بلکہ یہ سب کی سب روایات گھڑنتو ہیں''۔

(نیلوی، محمد حسین، خیر الکلام: مشمولہ، عارفین ماہنامہ، سرگودھا، اکتوبر/دسمبر ۱۹۹۳ء، ص ۱۰۰)

اس کے جواب میں عرض ہے کہ امام محمد الحطاب الرعینی فقیہ مالکی رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۵۴۷/ ۹۵۴ھ) کی کتاب ''مواھب الجلیل شرح مختصر الخلیل فی فروع الفقہ مالکی'' (مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت (لبنان) ۱۹۹۵ء، جز ثانی ص ۱۰۱، ۱۰۲) پر ان احادیث کے متعلق موضوع یا مختلق یا گھڑنتو کا کوئی لفظ موجود نہیں۔

فقرہ ''بل کلہ مختلق'' کتاب مقاصد حسنہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت (لبنان) ۱۹۷۹ء کے محقق و محشی عبداللہ صدیق، استاد جامعہ ازہر قاہرہ (مصر) کا ہے نہ کہ امام حطاب اور امام سخاوی (متوفی ۹۰۲ھ) کا۔ کتاب ''المقاصد الحسنۃ'' (عربی) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، انٹرنیٹ سے ڈاؤن لوڈ ہو سکتی ہے۔ اگر یہ احادیث موضوع یا گھڑی ہوئی ہوتیں تو امام حطاب الرعینی المغربی (متوفی ۹۵۴ھ) اور امام سخاوی (متوفی ۹۰۲ھ)

انہیں باطل یا کذب یا موضوع یا مفتری یا مختلق یعنی گھڑی ہوئی کہتے، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کہا۔

یہی مولوی محمد حسین نیلوی اپنی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں!

مشہور محدث حضرت حطاب رحمہ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کو مختلق یعنی من گھڑت اور بناوٹی قرار دیا ہے۔

(نیلوی، محمد حسین، خیر الکلام: مشمولہ، عارفین ماہنامہ، سرگودھا، اکتوبر رد سمبر ۱۹۹۳ء، ص ۵۶)

مولوی نیلوی صاحب نے کتاب ''مواھب الجلیل شرح مختصر الخلیل'' دیکھی ہی نہیں، بس کہیں سے جھوٹا حوالہ دیکھا اور نقل کر دیا، ایسی تحقیق پر افسوس ہے۔

امام حطاب علیہ الرحمہ نے اس روایت کو ''مختلق'' کہاں لکھا ہے؟ اس کا جواب قیامت تک کوئی دیوبندی نہیں دے سکتا، بس دھونس دھاندلی ہے جو چاہیں کہیں، کون پوچھنے والا ہے، مگر حساب کے دن تو ضرور بتانا پڑے گا۔

(۲)

الشیخ الامام العلامہ عبد الرحمن بن علی بن محمد ابن عمر الشیبانی الاثری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۴۴ھ۔ زبید، یمن) اپنی کتاب ''تمییز الطیب من الخبیث فیما یدور علی السنۃ الناس من الحدیث'' میں حدیث درج فرماتے ہیں:

''مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلھما عند سماع قول المؤذن اشھد ان محمد رسول اللہ مع قولہ اشھد ان محمد عبدہ ورسولہ رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم

نبیا ذکرہ الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال من فعل ذلک فقد حلت لہ شفاعتی قال شیخنا ولا یصح واوردہ الشیخ احمد الرداد فی کتابہ موجبات الرحمۃ بسند فیہ مجاھیل مع انقطاعہ عن الخضر وکل مایروی من ھذا فلا یصح رفعہ البتہ"۔

(تمییز الطیب من الخبیث فیما یدور علی السنۃ الناس من الحدیث ،مطبوعہ دارالکتاب العربی، بیروت لبنان، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء، ص ۱۵۴)

ترجمہ۔مؤذن سے اشھد ان محمد رسول اللہ کے الفاظ مبارک سن کر شہادت کی انگلیوں کے پورے اندرونی جانب سے چوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ دعا پڑھنا "اشھد ان محمد عبدہ ورسولہ رضیت باللہ رباو بالاسلام دیناو بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا"۔اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب آپ نے موذن کو اشھد ان محمد رسول اللہ کہتے سنا تو یہ دعا پڑھی اور اپنی شہادت کی انگلیوں کے پورے اندرونی جانب سے چوم کر اپنی آنکھوں پر لگائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسا کرے، اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگی، کہا شیخ نے کہ یہ حدیث درجہ صحت کو نہ پہنچی، اور شیخ احمد رداد کتاب موجبات الرحمت میں اس روایت کو حضرت خضر علیہ السلام سے ایسی سند کے ساتھ لائے ہیں جس میں کچھ لوگ غیر معروف ہیں اور کوئی راوی منقطع بھی ہے، اور اس بارے میں جو بھی روایات بیان کی گئی ہیں ان کا مرفوع ہونا صحیح نہیں۔

امام عبدالرحمن الشیبانی علیہ الرحمہ نے کہیں اس حدیث کو موضوع نہیں لکھا، بلکہ لکھا فلا یصح۔

حضرت ملا علی بن سلطان القاری الہروی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۶۰۶ء/ ۱۰۱۴ھ) نے اپنی معروف تصنیف ''الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ'' (موضوعات کبیر) میں لکھتے ہیں!

''مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلهما عند سماع قول المؤذن: اشهد ان محمداً رسول الله۔ مع قوله: اشهد ان محمداً عبده ورسوله، رضیت بالله رباً، وبالاسلام دیناً، وبمحمد علیه الصلاة والسلام نبیاً۔

ذکره الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق ان النبی علیه الصلاة والسلام قال: ومن فعل ذلک فقد حلت علیه شفاعتی۔

قال السخاوی: لا یصح۔

واورده الشیخ احمد الرداد فی کتابه ''موجبات الرحمة'' بسند فیه مجاهیل مع انقطاعه عن الخضر علیه السلام۔ وکل ما یروی فی هذا فلا یصح رفعه البتة۔

(القاری، ملا علی بن سلطان، الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ: کراچی، قدیمی کتب خانہ، س ن، ص۲۱۰)

ترجمہ۔ مؤذن سے اشھد ان محمد رسول اللہ کے الفاظ مبارک سن کر شہادت کی انگلیوں کے پورے اندرونی جانب سے چوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ دعا پڑھنا اشھد ان محمد عبدہ ورسولہ رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا۔ اس حدیث کو دیلمی نے اپنی کتاب مسند الفردوس میں حدیث سیدنا ابو بکر

صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے یہ کام کیا اُس پر میری شفاعت حلال ہوگئی۔ امام سخاوی نے کہا کہ یہ روایت درجہ صحت تک نہ پہنچی۔ اور شیخ احمد رداد کتاب موجبات الرحمت میں اس روایت کو حضرت خضر علیہ السلام سے ایسی سند کے ساتھ لائے ہیں جس میں کچھ لوگ غیر معروف ہیں اور کوئی راوی منقطع بھی ہے، اور اس بارے میں جو بھی روایات بیان کی گئی ہیں ان کا مرفوع ہونا صحیح نہیں۔

پھر فرماتے ہیں !قلت: و اذا ثبت رفعه الی الصدیق فیکفی العمل به۔
لقوله علیه الصلوٰة و السلام: علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین:
و قیل: لا یفعل و لا ینهی، و غرابتهٔ لا تخفی علی ذوی النهی۔

ترجمہ۔ میں (ملا علی قاری) کہتا ہوں کہ جب یہ عمل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک ثابت ہے تو عمل کے لئے کافی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے۔

اور کہا گیا کہ نہ یہ عمل کیا جائے اور نہ اس کا انکار، تو اس (قول) کا اجنبی اور غیر معروف ہونا عقل مندوں پر مخفی نہیں۔

حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب موضوعات کبیر میں دو روایتیں بیان کرنے کے بعد صرف اتنا فرمایا ہے کہ ان کا مرفوع ہونا درجہ صحت تک نہیں پہنچتا۔ ان عبارات میں کہیں بھی کسی روایت کے متعلق ''موضوع'' یعنی بناوٹی یا گھڑی ہوئی کا لفظ کہیں نہیں ملے گا۔ ہم آگے بتائیں گے کہ مجہول اور منقطع روایت بھی موضوع نہیں ہوتی، اور یہ بھی بتائیں گے کہ جس روایت کو لا یصح کہا گیا ہو اُس کی کیا حیثیت ہے اور کیا ایسی حدیث قابل عمل ہوتی ہے؟۔

منکرین عظمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں میں پرانی بیماری ہے اور اللہ تعالیٰ

ان کی یہ بیماری بڑھتا ہی رہتا ہے، لہذا غیر مقلدین وہابیوں سے امام علی قاری علیہ الرحمہ کی اس عبارت کا کوئی جواب تو نہ بن سکا لیکن پھر بھی اپنی روایتی بددیانتی اور حماقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھا کہ!

''ملا علی قاری کا یہ کہنا کہ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، حقائق کی روشنی میں غلط ہے، بلکہ ملا علی قاری فرماتے ہیں''وغرابته لا تخفی علی ذوی النهی''یعنی اس روایت کی غرابت عقل مندوں پر مخفی نہیں''۔

(ہفت روزہ اہل حدیث: لاہور، شمارہ ۲۹ رجنوری ۱۹۹۳ء)

کیا کہنے ہیں ان نام نہاد اہل حدیثوں کی سخن فہمی اور دیانت کے۔ اس عبارت میں ''غرابت'' کا تعلق نہ تو حدیث سے ہے اور نہ ہی جواز کے قول سے کیونکہ جواز کا قول تو خود ملا علی قاری قلت (یعنی میں کہتا ہوں) کہہ کر کر رہے ہیں تو پھر اپنے ہی قول کی غرابت کا دعویٰ کر کے اسے مردود ٹھہرانا ملا علی قاری سے کیسے صادر ہو سکتا ہے، لہذا ملا علی قاری غرابت کے لفظ سے خود تردیدی (self-contradiction) نہیں کر رہے بلکہ قیل کے صیغے والے ضعیف قول کی تردید کے لئے غرابت کا لفظ بولا گیا ہے، چونکہ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے یہ بات عقل مندوں کے لئے فرمائی ہے اور فضائل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین عقل سے پیدل ہیں اس لئے یہ بات ان کی عقل میں نہ آئی اور وہ خود فریبی یا خلق فریبی کے مرتکب ہوئے۔

ذکر روکے، فضل کاٹے، نقص کا جویاں رہے

(۴)

ملک المحدثین الشیخ العلامہ اللغوی محمد ابن طاہر صدیقی پٹنی گجراتی ہندی رحمۃ اللہ علیہ (۹۱۴-۹۸۶ھ/۱۵۰۸-۱۵۷۸ء) اپنی کتاب ''تذکرۃ الموضوعات'' (عربی) میں لکھتے ہیں!

”مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلھما عند سماع اشھد ان محمداً رسول اللہ من المؤذن مع قولہ اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ رضیت باللہ رباً وبالاسلام دیناً وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا۔ ذکرہ الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق انہ لما سمع قول المؤذن اشھد ان محمداً رسول اللہ قال مثلہ وقبل بباطن الانملتین السبابتین ومسح عینیہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم من فعل مثل مافعل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی، ولا یصح“۔

(پٹنی، محمد ابن طاہر صدیقی، تذکرۃ الموضوعات: مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ بیرون بوہڑ دروازہ ملتان،، سن طباعت ندارد، ص ۳۴ (باب الاذان ومسح العینین فیہ ونحوہ)

ترجمہ۔ مؤذن سے اشھد ان محمد رسول اللہ کے الفاظ مبارک سن کر شہادت کی انگلیوں کے پورے اندرونی جانب سے چوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ دعا پڑھنا اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ رضیت باللہ رباًوبالاسلام دیناًوبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا۔ اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب آپ نے موذن کو اشھد ان محمد رسول اللہ کہتے سنا تو یہ دعا پڑھی اور اپنی شہادت کی انگلیوں کے پورے اندرونی جانب سے چوم کر آنکھوں پر لگائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا کہ میرے پیارے دوست نے کیا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگی، اور یہ حدیث درجہ صحت کو نہ پہنچی۔

(۵)

یہی علامہ محمد طاہر پٹنی علیہ الرحمہ اپنی دوسری شہرہ آفاق کتاب ”مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار مع تکملہ“ (عربی) مطبوعہ مدینہ منورہ (سعودی

عرب) میں لکھتے ہیں!

”مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلهما عند سماع اشهد ان محمداً رسول اللہ، مع قوله: اشهد ان محمداً عبده ورسوله رضیت باللہ رباً وبالاسلام دیناً وبمحمد ﷺ نبیاً۔ ذکره الدیلمی ولایصح، وکذا ما اوردعن الخضر علیه السلام: من قال: مرحبا بحبیبی و قرة عینی محمد بن عبداللہ ﷺ! ثم یقبل ابهامیه و یجعلهما علی عینیه، لم یعم ولم یرمد ابداً، وروی تجربة ذلک عن کثیرین“۔

(پٹنی، محمد ابن طاہر صدیقی، مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار مع تکملہ الجزء الخامس، مدینہ منورہ، مکتبہ دارالایمان، ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۴ء، ص ۲۳۳۔ ۲۳۴)

ترجمہ۔ مؤذن سے اشهد ان محمد رسول اللہ کے الفاظ مبارک سن کر شہادت کی انگلیوں کے پورے اندرونی جانب سے چوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ دعا پڑھنا اشهد ان محمداً عبده ورسوله رضیت باللہ رباوبالاسلام دیناوبمحمد صلی اللہ علیه وسلم نبیا۔ اس کو امام دیلمی نے ذکر کیا اور یہ حدیث درجہ صحت تک نہیں پہنچی۔ اور اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام سے روایت لائے کہ جو کہے مرحباً بحبیبی و قرة عینی محمد بن عبداللہ ﷺ پھر انگوٹھے چومے اور آنکھوں پر ملے تو نہ اندھا ہوگا اور نہ کبھی آنکھیں دکھیں گی۔

یہ عبارت لکھ کر علامہ محمد طاہر پٹنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ”وروی تجربة ذلک عن کثیرین“ اس کے تجربہ کی روایات بکثرت آئی ہیں۔

علامہ محمد طاہر پٹنی گجراتی رحمتہ اللہ علیہ کی مکمل عبارت قارئین کے سامنے ہے، اس

عبارت کے متعلق انہوں نے ''لا یصح'' ہی کہا ہے ''موضوع'' نہیں کہا بلکہ آخر میں لکھا کہ ''اس کے تجربہ کی روایات بکثرت آئی ہیں''۔

(٦)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی مصری رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۸۳۶ء/ ۱۲۵۲ھ) کتاب ''ردالمحتار حاشیہ علی الدر المختار'' میں لکھتے ہیں!

''یستحب ان یقال عند سماع الاولی من الشهادة صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وعند الثانیةمنها قرت عینی بک یا رسول اللہ ثم یقول اللهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابهامین علی العینین فانه علیه السلام یکون قائد اله الی الجنة کذا فی کنز العبادقهستانی ونحو فی الفتاویٰالصوفیةوفی کتاب الفردوس من قبل ظفری ابهامیه عند سماع اشهد ان محمداً رسول اللہ فی الاذان انا قائدہ ومدخله فی صفوف الجنةوتمامه فی حواشی البحر للرملی عن المقاصدالحسنة للسخاوی وذکر ذلک الجراحی واطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل هذا شیئ ونقل بعضهم ان القهستانی کتب علی هامش نسخته ان هذا مختص بالاذان واما فی الاقامة فلم یوجد بعد الاستقصاء التام والتتبع۔''

(شامی، سید محمد امین ابن عابدین، ردالمحتار حاشیہ علی الدرالمختار: بیروت، ص ۲۶۷ (باب الاذان)

ترجمہ۔پہلی مرتبہ الفاظ شہادت سننے پر مستحب یہ ہے کہ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ کہا جائے، اور دوسری مرتبہ الفاظ شہادت سننے پر قرت عینی بک یا رسول اللہ کہا جائے، پھر دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھوں پر رکھنے کے بعد کہے

اللھم متعنی بالسمع و البصر تو نبی کریم ﷺ اس شخص کے لئے جنت کے قائد ہوں گے، کنز العباد میں اسی طرح ذکر کیا گیا ہے۔ قہستانی اور اس کی مثل فتاویٰ صوفیہ میں اور کتاب الفردوس میں ہے ، اذان میں اشھد ان محمد الرسول اللہ کو سن کر جس شخص نے اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوما میں اس کا قائد ہوں گا اور اس کو جنت کی صفوں میں داخل کروں گا، اس کی مکمل بحث سخاوی کے مقاصد حسنہ سے رملی نے حواشی بحر الرقائق میں نقل کی ہے، جراحی نے اس پر طویل بحث کی پھر کہا اس میں کوئی صحیح مرفوع حدیث ثابت نہیں ۔بعض نے نقل کیا کہ قہستانی نے اپنے ایک نسخہ کے حاشیہ پر تحریر کیا ہے کہ یہ اذان کے ساتھ مختص ہے، اقامت میں جستجو اور تلاش بسیار کے باوجود روایت نہ ملی۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ مذکورہ بالا عبارت میں انگوٹھے چومنے کی حدیث بیان کر کے علامہ اسماعیل جراحی علیہ الرحمہ سے نقل فرماتے ہیں ''لم یصح فی المرفوع من کل ھذا شئی ''، یعنی بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں۔لیکن پوری عبارت میں ان احادیث کے متعلق ''موضوع'' کا لفظ نہیں ملتا۔، قارئین پھر غور سے دیکھ لیں۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ کی عبارت کے آخری حصہ میں ہے کہ'' بعض نے نقل کیا کہ قہستانی نے اپنے ایک نسخہ کے حاشیہ پر تحریر کیا ہے کہ یہ اذان کے ساتھ مختص ہے، اقامت میں جستجو اور تلاش بسیار کے بعد روایت نہیں ملی''۔ جناب اشرف علی تھانوی (۱۲۸۰۔ ۱۳۶۲ھ/ ۱۸۶۳ء۔ ۱۹۴۳ء) نے'' فتاویٰ امدادیہ'' میں قہستانی کی اسی عبارت کو بنیاد بنا کر اپنے فتوے میں انگوٹھے چومنے کو ناجائز قرار دیا۔

(تھانوی، اشرف علی، امداد الفتاویٰ۔ج ۵: ترتیبِ جدید، مفتی محمد شفیع، کراچی مکتبہ دار العلوم، محرم ۱۴۲۰ھ/ مئی ۱۹۹۹ء ،ص ۲۵۹۔ ۲۶۰)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ(۱۲۷۲۔۱۳۴۰ھ/ ۱۸۵۶۔۱۹۲۱ء) نے اشرف علی تھانوی کے اس فتوے کو تیس سے زائد وجوہ سے رد کیا، مضمون طویل ہوجانے کے خوف سے وہ مکمل جواب ہم یہاں نقل نہیں کررہے، مختصر جواب نقل کرتے ہیں، جو صاحب اس بارے میں تحقیق کا شوق رکھتے ہوں، انہیں چاہئیے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا رسالہ ''نهج السلامه فی حکم تقبیل الابهامین فی الاقامه'' یعنی اقامت کے دوران انگوٹھے چومنے کے حکم میں عمدہ تفصیل'' کا مطالعہ کریں۔

(یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ(مع تخریج وترجمہ عربی عبارات، جدید اڈیشن)،جلد پنجم ،مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن،لاہور ۱۹۹۳ء میں (صفحہ ۴۲۹ تا ۶۲۸) شامل ہے اور علیحدہ بھی شائع ہوچکا ہے،فتاویٰ رضویہ مکمل انٹرنیٹ سے ڈاؤن لوڈ ہوسکتا ہے۔)

امام احمد رضا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' قہستانی کا یہ قول کہ'' اقامت کے بارے میں تلاش بسیار کے بعد بھی روایت نہ ملی'' علامہ شامی کے نزدیک ایسی نقل،نقل مجہول ہے اورنقل مجہول نامقبول ہوتی ہے۔

علامہ شامی،ردالمحتار،(باب الولی من کتاب النکاح) میں فرماتے ہیں!

''قول المعراج ورایت فی موضع الخ (ای معزوا الی المبسوط) لا یکفی فی النقل لجهالته(۔یعنی معراج کا قول'' اور میں نے ایک جگہ دیکھا ہے'' الخ (یعنی مبسوط امام سرخسی کی طرف منسوب ہے) جہالت کی وجہ سے نقل میں وہ ناکافی ہے۔

(شامی، ابن عابدین،ردالمحتار،۲ قاہرہ ، مکتبہ البابی،س ن ،ص۳۳۹(باب الولی من کتاب النکاح)

وہاں بواسطۂ مجہول ناقل امام قوام الدین کاکی شارح ہدایہ تھے، یہاں شامی، وہاں منقول عنہ بالواسطہ امام شمس الائمہ سرخسی تھے یا خود محرر المذہب امام محمد، اور یہاں قہستانی، جب وہ بوجہ جہالت واسطہ مقبول نہ ہوئی تو اس کی کیا ہستی ،مگر کیا کیجئے کہ عقل بازار میں نہیں

بکتی۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اگر قہستانی کی اس نقل کو قبول بھی کرلیا جائے تو یہ ''نفی روایت'' ہے۔''روایت نفی'' تو نہیں اور تھانوی صاحب کو غالباً یہ معلوم نہیں کہ نفی ثابت کرنے کے لئے روایت نفی کی ضرورت ہے، نفی روایت کی نہیں۔

(روایتِ نفی (یعنی کام نہ ہونے کی روایت)۔نفئِ روایت (یعنی کام ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کسی روایت کا نہ ملنا)۔مفہوم یہ ہے کہ کسی کام کے ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کوئی روایت نہ مل پائے (یعنی نفیِ روایت ہو) تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ (یہ روایت نفی ہے) اور اس کام کے وجود نہ ہونے (یعنی اس کی نفی) کی روایت مل گئی ہے)

اور زیادہ سے زیادہ یہ قہستانی کا اپنا انکار ہوگا نہ کہ وہ فقہاء سے کوئی قول نقل کررہے ہیں ،اور قہستانی کو ان معنی میں فقہاء میں شمار کرنا کہ اُن کا قول بغیر نقل کے مسلّم ہو تو یہ یقیناً باطل ہے، بلکہ نقل میں ان کا حال خود یہی علامہ شامی اپنی کتاب ''العقود الدرية فی تنقيح الفتاوىٰ الحامدية'' میں بتاتے ہیں!

''القهستانی کجارف سیل وحاطب لیل خصوصاً واستناده الی کتب الزاهدی المعتزلی''

یعنی قہستانی بہالے جانے والے سیلاب اور رات کو لکڑی اکٹھی کرنے والے کی طرح ہے خصوصاً جب کہ اس کا استناد زاہدی معتزلی کتب کی طرف ہو۔

(شامی، ابن عابدین، العقود الدرية فی تنقيح الفتاوىٰ الحامديه: ج۲، قندہار ،تاجران کتب ارگ بازار، ص۳۵۶)

چلو یہ بھی سہی تو کیسا ظلم شدید اور تعصب عنید ہے کہ مسئلہ اقامت میں تو قہستانی کا اپنا قول بلا نقل بلکہ صرف روایت نہ پانا سند میں پیش کیا جائے اور اُسے انہیں ایک فقیہ نہیں بلکہ فقہاء کا انکار ٹھہرا دیا جائے اور یہیں مسئلہ اذان میں جو یہی قہستانی خاص روایت فقہی نقل فرما کر حکمِ

استحباب بتا رہے ہیں، وہ مردود و نا معتبر قرار پائے۔‘‘

(ملخصاً از رسالہ ’’نہج السلامہ‘‘ از امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

(۷)

علامہ سید احمد طحطاوی مصری رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۔۱۸۱۵ء/ ۱۲۳۱ھ) اپنی کتاب ’’حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح‘‘ میں لکھتے ہیں!

’’ذکر القہستانی عن کنز العباد یستحب ان یقول عند سماع الاولی من الشہادتین للنبی ﷺ صلی اللّٰہ علیک یا رسول اللّٰہ و عند سماع الثانیۃ قرت عینی بک یا رسول اللّٰہ اللّٰہم متعنی بالسمع و البصر بعد وضع ابہامیہ علی عینیہ فانہ ﷺ یکون قائد الہ فی الجنۃ و ذکر الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر رضی اللّٰہ عنہ مرفوعا من مسح العینین بباطن انملۃ السبابتین بعد تقبیلہما عند قول المؤذن اشہد ان محمداً رسول اللّٰہ وقال اشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ رضیت باللّٰہ رباو بالاسلام دیناو بمحمد ﷺ نبیا حلت لہ شفاعتی اھ کذا روی من الخضر علیہ السلام، و بمثلہ یعمل فی الفضائل‘‘۔

(طحطاوی، علامہ سید احمد، حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح: کراچی ،نور محمد کارخانہ تجارت کتب ،س ن،ص ۱۱۱ (باب الاذان)

ترجمہ۔ قہستانی نے کنز العباد سے ذکر کیا کہ نبی کریم ﷺ کی رسالت کی شہادتوں میں سے پہلی شہادت کے سننے پر مستحب یہ ہے کہ سننے والا صلی اللہ علیک یا رسول اللہ پڑھے اور دوسری شہادت کے سننے پر کہے قرۃ عینی بک یارسول اللہ اور انگوٹھوں کو (چوم کر) آنکھوں پر رکھنے کے بعد کہے اللھم متعنی بالسمع و البصر بے شک نبی کریم ﷺ جنت میں اس کے قائد ہوں گے دیلمی نے فردوس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث

نقل کی ہے کہ جس شخص نے مؤذن سے شہادت سن کر اپنی شہادت کی دونوں انگلیوں کے پوروں کو چوم کر آنکھوں پر لگایا اور یہ پڑھا اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبیا (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے ہیں اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگی۔ اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام سے بھی مروی ہے، اس قسم کی احادیث (ضعاف یعنی ضعیف حدیثیں) فضائل میں معتبر ہیں۔

اگر یہ حدیث موضوع ہوتی تو امام طحطاوی علیہ الرحمہ اس حدیث سے کبھی استدلال نہ فرماتے، انہوں نے عبارت کے آخر میں صرف اتنا کہا کہ اس قسم کی احادیث ضعیف ہیں اور ضعیف احادیث فضائل میں معتبر ہیں یعنی جن احادیث سے فضائل ثابت ہوتے ہوں اُن پر اعتبار کیا جاتا ہے۔

(۸)

مولانا حافظ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۶۴۔ ۱۳۰۴ھ/۱۸۴۸۔۱۸۸۶ء) اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں!

سوال نمبر ۹۸۔ ناخنہای ہر دو دست بر چشم نہادن ہنگام شنیدن نام آں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دراذان چہ حکم دارد۔

جواب۔ بعضے فقہا مستحب نوشتہ اند۔ وحدیثے ہم دریں باب نقل میسازند مگر صحیح نیست۔ ودر امر مستحب فاعل و تارک ہر دو قابل ملامت و تشنیع نیستند در جامع الرموزی آرد اعلم انہ یستحب ان یقال عند سماع الاول من الشھادۃ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وعند سماع الثانیۃ قرۃ عینی بک یارسول اللہ ثم یقال اللھم متعنی بالسمع والبصر وبعدہ وضع ظفر الیدین علی العینین فانہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون قائدالہ الی الجنۃ کذا فی کنز العباد انتھی۔

(لکھنوی، حافظ عبدالحیٔ، مجموعہ فتاویٰ، ج ۳، لکھنؤ، مطبع یوسفی، ۱۳۴۵ھ، ص

فتاویٰ عبدالحی (اُردو) میں لکھا ہے :

"بعض فقہاء کے نزدیک مستحب ہے، جامع الرموز میں ہے اعلم انه یستحب ان یقال عند سماع الاول من الشهادة صلى الله عليك يا رسول الله وعند سماع الثانية قرة عيني بك يا رسول الله ثم يقال اللهم متعني بالسمع و البصر و بعده وضع ظفر اليدين على العينين فانه صلى الله عليه وسلم يكون قائد اله الى الجمة كذافى كنز العباد جاننا چاہیے کہ (اذان میں) پہلی شہادت کوسن کر صلی اللہ علیک یا رسول اللہ اور دوسری کوسن کر قرة عینی بک یارسول اللہ اور پھر اللهم متعني بالسمع و البصر کہنا مستحب ہے اس کے بعد دونوں ہاتھوں کے دونوں ناخنوں کو آنکھوں پر رکھے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس شخص کو جنت میں لے جائیں گے"۔

(مجموعہ فتاویٰ عبدالحی، اُردو، جلد اوّل، مطبوعہ مطبع قیومی کانپور ۱۳۴۵ھ، ص۱۹۶، ۱۹۷)

یہی مولانا عبدالحی لکھنوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب "السعایہ شرح وقایہ" میں لکھتے ہیں!

" فقد ورد ذلک فی احادیث مرفوعة وموقوفة كلها ضعيفة ولايصح فى هذا لباب حديث مرفوع فمن ثم صرح بعض الفقهاء باستحبابه فى اذان عند الشهادتين لان الحديث الضعيف بكفى فى فضائل الاعمال۔

(لکھنوی، حافظ عبدالحیٔ، السعایہ، ج ۲، مطبوعہ مطبع المصطفائی ۱۳۰۶ھ، ص ۴۶)

ترجمہ۔ انگوٹھے چومنے کے متعلق مرفوع اور موقوف احادیث آئی ہیں لیکن وہ سب ضعیف ہیں، اس کے بارے میں کوئی صحیح مرفوع حدیث نہیں، اسی لئے بعض فقہاء نے اس کے استحباب کا قول کیا ہے، اس لئے کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کفایت کرتی ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی علیہ الرحمہ ہندوستان کے مشہور فقیہ، محدث اور مسلّم بزرگ ہیں، ان کی عبارات آپ نے پڑھیں، پہلی عبارت میں انہوں نے ان احادیث کے بارے میں صاف لکھا ہے ''صحیح نیست''، یعنی یہ صحیح نہیں ہیں مگر موضوع، من گھڑت اور بناوٹی نہیں لکھا۔ دوسری عبارت میں لکھا کہ یہ احادیث ضعیف ہیں اور ضعیف حدیث فضائل اعمال کافی ہوتی ہے اور بعض فقہاء نے اس عمل کو مستحب کہا ہے۔ موضوع کہیں نہیں کہا۔

(۹)

غیر مقلدین کے امام محمد بن علی شوکانی یمنی (۱۱۷۲۔۱۲۵۰ھ/ ۹۔۱۷۵۸ء۔۱۸۳۴) اپنی کتاب ''فوائد المجموعہ فی بیان احادیث الموضوعہ'' میں انگوٹھے چومنے والی حدیث کے متعلق لکھتے ہیں!

''رواہ دیلمی فی مسندالفردوس عن ابی بکر رضہ اللہ عنہ مرفوعا قال ابن طاھر فی التذکرہ لایصح''۔

(شوکانی، محمد بن علی، فوائد المجموعہ فی بیان احادیث الموضوعہ: مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء، ص۱۹، ۲۰)

ترجمہ۔ یعنی اس انگوٹھے چومنے والی حدیث کے متعلق محدث دیلمی نے مسندالفردوس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے مگر علامہ ابن طاہر پٹنی گجراتی نے تذکرۃ الموضوعات میں لکھا ہے ''لایصح'' یہ صحیح کے درجے کو نہیں پہنچتی۔

یہی حوالہ غیر مقلدین وہابیہ کے دور حاضر کے امام محمد ناصر الدین البانی دمشقی (م، ۱۹۹۹ء) نے اپنی کتاب ''سلسلہ احادیث الضعیفہ والموضوعہ واثرھا السیئی فی الامۃ'' میں دیا ہے۔ پاکستان کے غیر مقلدین نے اس کا اردو ترجمہ ''احادیث ضعیفہ کا مجموعہ'' کے نام سے ۱۹۹۴ء میں مکتبہ ضیاء السنۃ ادارہ الترجمۃ والتالیف، فیصل آباد سے شائع کیا ہے، اردو ترجمہ مولانا محمد صادق خلیل غیر مقلد کا ہے اور اس پر نظر ثانی حافظ ناصر محمود غیر مقلد فاضل مدینہ یونیورسٹی نے کی ہے۔ ناصر البانی لکھتا ہے!

> ''یہ حدیث صحیح نہیں ہے، اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں ابوبکرؓ سے مرفوع بیان کیا ہے لیکن ابن طاہرؒ کا ''التذکرہ'' میں قول ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے، امام شوکانی کی تالیف ''الاحادیث الموضوعہ'' ص۳۹٦ میں اسی طرح ہے نیز امام سخاویؒ نے ''المقاصد'' میں اس حدیث کو غیر صحیح قرار دیا ہے''۔

(البانی، شیخ محمد ناصر الدین، احادیث ضعیفہ کا مجموعہ، مترجم، محمد صادق خلیل، فیصل آباد، ضیاء السنۃ ادارہ الترجمۃ والتصانیف، ۱۹۹۴ء، ص ۱۷۴)

اس مذکورہ عبارت میں جو ص۳۹٦ نمبر دیا گیا ہے، وہ البانی کی کتاب کے اردو ترجمہ کے ماخذ ومراجع اور حواشی کا ہے، ماخذ ومراجع میں اس نمبر کے آگے شوکانی کی کتاب ''فوائد المجموعہ'' کے صفحہ نمبر ۹ کا حوالہ دیا گیا ہے کہ یہ بات شوکانی کی کتاب کے صفحہ نمبر ۹ پر ہے۔

(البانی، شیخ محمد ناصر الدین، احادیث ضعیفہ کا مجموعہ، مترجم، محمد صادق خلیل، فیصل آباد، ضیاء السنۃ ادارہ الترجمۃ والتصانیف، ۱۹۹۴ء، ص۲۳٦)

شوکانی اور ناصر البانی کی عبارتیں آپ نے پڑھیں، دونوں نے علامہ طاہر پٹنی کے حوالہ سے اس حدیث کو ''لا یصح'' ہی لکھا ہے ''موضوع'' نہیں لکھا۔

دیو بندی مکتبہ فکر کے مشہور عالم مولوی خیر محمد جالندھری (متوفی ۱۸۹۵۔۱۹۷۰ء) اپنی کتاب ''نماز حنفی'' میں لکھتے ہیں!

''اذان میں اشھد ان محمدارسول اللہ سن کر جو انگوٹھے چومنے اور آنکھوں پر لگانے کا رواج ہے یہ خلاف سنت رسم ہے اس کو چھوڑ دینا چاہیے اور جس حدیث کا حوالہ دیا جاتا ہے اس کو علامہ ابن طاہر نے تذکرہ میں کہا ہے کہ وہ صحیح نہیں۔ حوالہ کے لئے دیکھو (فوائد مجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ ص ۵ مؤلفہ علامہ شوکانی)''۔

(جالندھری، خیر محمد، نماز حنفی، ملتان، مکتبہ رشیدیہ خیر المدارس ،ص ۲۶)

مولوی خیر محمد جالندھری نے لکھا ہے کہ انگوٹھے چومنا خلاف سنت ہے اسے چھوڑ دینا چاہیئے، مولوی صاحب کو اس عمل کی ممانعت میں کوئی دلیل تو پیش کرنی چاہیئے تھی، قارئین حیران ہوں گے کہ اس عمل کی مخالفت کرنے والوں نے اس عمل کے بدعت اور ناجائز ہونے پر آج تک ایک دلیل بھی پیش نہیں کی کہ قرآن کی فلاں آیت سے یہ عمل کرنا منع ہے، یا رسول اللہ ﷺ کی فلاں حدیث میں یہ لکھا کہ حضور ﷺ نے اس عمل سے منع فرمایا ہے یا کسی صحابی نے منع فرمایا ہے، ان لوگوں کے پاس منع کی ایک دلیل بھی نہیں بس رسول دشمنی میں مسلمانوں کو منع کرتے ہیں۔

مولوی خیر محمد جالندھری نے کتاب کا نام تو ''نماز حنفی'' رکھا، جب دیکھا کہ فقہ حنفی کی کتابوں میں انگوٹھے چومنے کو مستحب لکھا ہے اور ضعیف حدیث کو عمل کرنے کے لئے معتبر کہا ہے تو عظمت رسول ﷺ کی دشمنی میں بھاگ کر کسی حنفی عالم دین کا حوالہ دینے کے بجائے غیر مقلد شوکانی کے دامن میں پناہ لی، لیکن افسوس ہم آگے چل کر واضح کریں گے کہ علمی اور تحقیقی دنیا

میں یہ حوالہ بھی ان کے کام نہیں آسکا، کیونکہ علامہ شوکانی نے بھی اس حدیث کے متعلق ''لایصح''، ہی کہا ''موضوع'' نہ کہا۔ اگر انگوٹھے چومنے کی حدیث موضوع ہوتی یا شدید ضعیف ہوتی یا اس کا کوئی راوی کذاب ہوتا تو محدثین کو کیا رکاوٹ تھی کہ انہوں نے اسے ''لایصح'' لکھ دیا، انہوں نے صاف صاف یہ کیوں نہ لکھ دیا کہ یہ حدیث موضوع ہے یا شدید ضعیف ہے یا لکھتے کہ اس کے فلاں راوی نے جھوٹ بولا ہے اور اس کا جھوٹ ثابت ہو چکا ہے۔ جب ان لوگوں کو محدثین کی ایسی کوئی بات ڈھونڈے سے نہیں ملتی تو یہ لوگ آخرت کے عذاب سے کیوں نہیں ڈرتے؟۔

اگر یہ لوگ ''لایصح'' کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ یہ حدیث غلط ہے یا مردود ہے یا موضوع یعنی وضع کی ہوئی بناوٹی اور گھڑی ہوئی ہے تو یہ لوگ علم اصول حدیث کے متعلق بالکل کورے جاہل ہیں اور اگر جانتے ہیں کہ ''لایصح'' کا مطلب یہ نہیں کہ حدیث غلط اور مردود ہے تو یہ جان بوجھ کر حق کو چھپاتے ہیں، یہ علمی خیانت ہے، بددیانتی ہے، بے ایمانی ہے اور یہ ان کے بدمذہب ہونے کی واضح علامت ہے۔

مستحب پر عمل

علامہ ابن عابدین شامی حنفی مصری علیہ الرحمہ (متوفی ۱۲۵۲ھ) نے ردالمحتار حاشیہ علی الدرالمختار میں اذان کے دوران انگوٹھے چومنے کو مستحب لکھا (حوالہ پہلے گزر چکا ہے):

''یستحب ان یقال عند سماع الاولی من الشھادۃ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وعند الثانیۃ منھا قرت عینی بک یا رسول اللہ ثم یقول اللھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابھامین علی العینین''۔

علامہ سید احمد طحطاوی مصری (متوفی ۱۲۳۱ھ) نے حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح میں اذان کے دوران انگوٹھے چومنے کو مستحب لکھا (حوالہ پہلے گزر چکا ہے)

فتاوی عالمگیری میں وضو کرتے وقت گردن کے مسح کو مستحب لکھا ہے، دیوبندی مسلک کے" خیر الفتاوی" میں اسی کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا :

" گردن کا مسح مستحب ہے، مگر حلقوم کا بدعت ہے یہ نہ کیا جائے"

(خیر الفتاوی، جلد ۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، جلد ۲، ص ٦٦)

فتاویٰ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں ہے :

" فقہاء کے نزدیک تعین حکم میں اختلاف ہے بعض علماء اس کی سنیت کے قائل ہیں، لیکن صاحب الخلاصہ نے استحباب کو ترجیح دی ہے اور صاحب کنز نے بھی اس کو مستحبات وضوء میں ذکر کیا ہے"۔

(فتاویٰ حقانیہ، جلد ۲، مطبوعہ مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء، ص ۵۰۲)

فتاوی مفتی محمد تقی عثانی میں ہے :

" مسح رقبہ (گردن کا مسح) تو مستحب ہے"

(فتاوی عثانی، جلد اوّل، مطبوعہ مکتبہ معارف القرآن کراچی ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء، ص ۳۱۵)

فتاوی امدادیہ (ترتیب جدید مفتی محمد شفیع کراچی) میں ہے :

"اکثر بر استحباب اند ترک نہ کنند"

(فتاوی امدادیہ، جلد اوّل، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء، ص ۱۷)

مولوی عبد الحمید سواتی بانی مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ لکھتے ہیں :

" صحیح بات یہ ہے کہ گردن کا مسح مستحبات میں سے ہے (شرح نقایہ، جلد ۱، ص ۹)

(نماز مسنون کلاں، مطبوعہ ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم فاروق گنج گوجرانوالہ، دسمبر ۲۰۰۸، ص ۸۰)

انٹرنیٹ پر دارالعلوم دیوبند کا فتوی موجود ہے کہ

''گردن کا مسح مستحب ہے، فرض واجب یا سنت نہیں ہے، اس کے ثبوت میں پانچ احادیث ہیں اگرچہ وہ ضعیف ہیں لیکن فضائل اعمال میں ضعیف احادیث سے استدلال جائز ہے اس پر تمام علمائے اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے، اور ضعیف حدیث پر عمل کرنا بہتر ہے اس سے کہ اُس عمل کا انکار کیا جائے یا اسے ترک کیا جائے، جو لوگ گردن کے مسح انکار یا بدعت کہتے ہیں ان کا قول درست نہیں''۔

(سوال، جواب نمبر ۳۱۳۱۵، فتوی ۵۵۱۴۔ ۲۳۲ / ۱۴۳۲ / ۴)

الامام الفقیہ المحدث نورالدین ابی الحسن علی بن سلطان محمد الھروی القاری الحنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''گردن کے مسح کی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں''فی مسند الفردوس من حدیث ابن عمر لکن سندہ ضعیف ، الا ان الاتفاق علی ان ضعیف یعمل بہ فی فضائل الاعمال''یعنی یہ حدیث ضعیف ہے، مگر اس پر اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں اس پر عمل کیا جاتا ہے''۔

(فتح باب العنایۃ بشرح النقایۃ، جلد ۱، مطبوعہ شرکۃ دارالارقم بیروت، لبنان ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء، ص ۵۷)

جب کہ گردن کے مسح پر احادیث ضعیف ہیں، اس کو مستحب مانتے ہیں، اسی طرح انگوٹھے چومنے کی احادیث ضعیف ہیں، حنفی فقہا نے اس عمل کو مستحب لکھا، تو اس کو مستحب کیوں نہیں مانتے؟ اس ضد کو یہی کہا جائے گا کہ ان لوگوں کو تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چڑ ہے۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ مستحب پر ہمیشہ عمل نہیں کرنا چاہئے، وہ وضو میں گردن کے مسح پر ہمیشہ کیوں عمل کرتے ہیں؟

(لایصح کا مفہوم)

(کسی حدیث کے صحیح نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ حدیث ہی نہیں)

علامہ محمد طاہر پٹنی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''خاتمہ مجمع بحار الانوار'' میں فرماتے ہیں!

''بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کثیر، فان الوضع اثبات الکذب والاختلاق، وقولنا لم یصح لایلزم منہ اثبات العدم، وانما ھو اخبار عن عدم الثبوت، وفرق بین الامرین''۔

(پٹنی، محمد ابن طاہر صدیقی، مجمع بحار الانوار، ج ۳، لکھنؤ، نول کشور، ص ۵۰۶)

ترجمہ۔ یعنی محدثین کا کسی حدیث کے متعلق یہ کہنا کہ یہ صحیح نہیں اور کسی کے متعلق موضوع کہنا، ان دونوں میں بڑا فرق ہے، کیونکہ موضوع کہنا تو اسے کذب اور افتراء ٹھہرانا ہے اور غیر صحیح کہنے سے اس حدیث کی نفی لازم نہیں آتی، بلکہ اس کا مفاد تو عدم ثبوت سے آگاہ کرنا ہے اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء) شارح بخاری علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''القول المسدد فی الذب عن مسند احمد'' میں فرماتے ہیں!

''لا یلزم من کون الحدیث لم یصح ان یکون موضوعا''

(عسقلانی، امام ابن حجر، القول المسدد: ، حیدر آباد دکن، دائرۃ المعارف النعمانیہ ، ص ۴۵)

ترجمہ۔ یعنی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

ملا علی قاری علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''موضوعات کبیر'' میں فرماتے ہیں!

''لا یلزم عن عدم الصحۃ وجود الوضع کما لا تخفی''

ترجمہ۔ یعنی کھلی ہوئی بات ہے کہ حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

(القاری، ملاعلی، موضوعات کبیر، بیروت، دار الکتب العلمیہ ،ص ۳۱۸)

ملاعلی قاری علیہ الرحمہ اسی کتاب'' موضوعات کبیر ''میں دس محرم الحرام یعنی عاشورہ کے دن سرمہ لگانے کی حدیث پر امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ (متوفی ۲۴۱ھ) کا حکم ''لا یصح ھذا الحدیث'' (کہ یہ حدیث صحیح نہیں) نقل کرکے فرماتے ہیں!

''قلت لا یلزم من عدم صحۃ ثبوت وضعہ و غایۃ انہ ضعیف''

ترجمہ۔ یعنی میں کہتا ہوں اس کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں، غایت یہ کہ ضعیف ہو۔

(القاری، ملاعلی، موضوعات کبیر، بیروت، دار الکتب العلمیہ ،ص ۳۴۱)

ملاعلی بن سلطان قاری علیہ الرحمہ ''الموضوعات الکبریٰ'' میں ہی امام بیہقی علیہ الرحمہ کی ایک حدیث میں ''لا یصح'' کے متعلق فرماتے ہیں!

''لا یلزم من عدم صحۃ نفی وجود حسنہ و ضعفہ''

ترجمہ۔ یعنی ''کسی حدیث کی عدم صحت اس کے حسن اور ضعیف ہونے کی نفی نہیں کرتی۔

(ملاعلی القاری، الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ، کراچی ، قدیمی کتب خانہ ، ص ٦٦)

ملاعلی قاری علیہ الرحمہ ''الموضوعات الکبریٰ'' میں ''لا یصح'' کے متعلق امام سخاوی علیہ الرحمہ کا قول نقل فرماتے ہیں!

''لا یصح، لا ینافی الضعف و الحسن''

ترجمہ۔ یعنی کسی حدیث کا ''صحیح نہ ہونا اس کے حسن اور ضعیف ہونے کے منافی نہیں۔

(ملاعلی، الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ص ٢٣٦)

امام جلال الدین ابو الفضل عبدالرحمن بن ابو بکر السیوطی علیہ الرحمہ (متوفی ۹۱۱ھ) اپنی

کتاب ”التعقبات علی الموضوعات“ میں فرماتے ہیں!

”اکثر ما احکم الذہبی علی ھذا الحدیث، انہ قال متن لیس بصحیح وھذا صادق بضعفہ“

ترجمہ۔ یعنی زیادہ سے زیادہ اس حدیث پر (علامہ) ذھبی نے جو حکم لگایا ہے وہ یہ ہے کہ یہ متن صحیح نہیں اور یہ بات اس حدیث کے ضعیف ہونے پر صادق آتی ہے۔

(السیوطی، امام جلال الدین، التعقبات علی الموضوعات، سانگلہ ہل (ضلع شیخو پورہ)، مکتبہ اثریہ، ص ۴۹)

انگوٹھے چومنے کی حدیث اگر موضوع ہوتی تو محدثین اسے ”لا یصح“ کہہ کر نقل نہ کرتے بلکہ موضوع ہی کہتے۔

(راوی کی مجہولیت سے بھی حدیث موضوع نہیں ہوتی)

کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا اگر حدیث پر اثر کرتا ہے تو صرف اس قدر کہ اسے ضعیف کہا جائے نہ کہ باطل اور موضوع۔

ملا علی قاری علیہ الرحمہ اپنی کتاب ”رسالہ فضائل نصف شعبان“ میں فرماتے ہیں!

”جھالۃ بعض الرواۃ لا یقتضی کون الحدیث موضوعا وکذا نکارۃ الالفاظ، فینبغی ان یحکم علیہ بانہ ضعیف، ثم یعمل بالضعیف فی فضائل الاعمال اتفاقا“۔

ترجمہ۔ یعنی بعض راویوں کا مجہول یا الفاظ کا بے قاعدہ ہونا یہ نہیں چاہتا کہ حدیث موضوع ہو، ہاں ضعیف کہو، پھر فضائل اعمال میں ضعیف حدیث بھی بالاتفاق قابل عمل ہوتی ہے۔

(القاری، ملا علی، فضائل نصف شعبان: مترجم مفتی محمد عباس رضوی، لاہور، مرکز

تحقیقات اسلامیہ، ۲۰۰۲ء، ص ۲۲)

ملا علی قاری علیہ الرحمہ "مرقاۃ شرح مشکوٰۃ" میں امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک حدیث کے متعلق نقل فرماتے ہیں!

"فیہ راو مجھول، ولا یضر لانہ من احادیث الفضائل"

ترجمہ۔ یعنی اس میں ایک راوی مجہول ہے اور کچھ نقصان نہیں کہ یہ حدیث تو فضائل کی ہے۔

(القاری، ملا علی، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲، ملتان، مکتبہ امدادیہ، ص ۱۷۱)

ملا علی قاری علیہ الرحمہ "موضوعات کبیر" میں امام زین الدین عراقی علیہ الرحمہ سے نقل فرماتے ہیں!

"انہ لیس بموضوع وفی سندہ مجھول"

ترجمہ۔ یہ موضوع نہیں اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے۔

(القاری، ملا علی، الاسرار المرفوعہ فی اخبار الموضوعۃ: ص ۱۵۷)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "لآلی المصنوعہ" میں فرماتے ہیں!

"لو ثبتت جھالۃلم یلزم انیکون الحدیث موضوعامالم یکن فی اسنادہ من یتھم بالوضع"

ترجمہ۔ یعنی راوی کی جہالت ثابت بھی ہو تو حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں جب تک اس کی سند میں کوئی راوی وضع حدیث سے متہم نہ ہو۔

(السیوطی، لآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ، ج ۲، قاہرہ، مکتبہ التجاریہ الکبریٰ، س ن، صفحہ ۴۴)

(کسی حدیث کی سند منقطع ہونے سے بھی حدیث موضوع نہیں ہوتی)

ملا علی قاری علیہ الرحمہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام ابن حجر مکی علیہ الرحمہ سے نقل فرماتے ہیں!

"لایضر ذلک فی الاستدلال به ههنا لان المنقطع یعمل به فی الفضائل اجماعا"

ترجمہ۔ یعنی یہ امر یہاں کچھ استدلال کو مضر نہیں کہ منقطع پر فضائل میں تو بالاجماع عمل کیا جاتا ہے۔

(القاری، ملا علی، مرقاۃ شرح مشکوۃ، ج ۲، ملتان ، مکتبہ امدادیہ، ص ۳۱۵ (الفصل الثانی من باب الرکوع)

(جو حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مدرج بھی ہو تو موضوع نہیں ہوتی)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "تعقبات علی الموضوعات" میں فرماتے ہیں!

"المضطرب من قسم الضعیف لا الموضوع"

ترجمہ۔ مضطرب حدیث ضعیف کی قسم ہے موضوع نہیں۔

(السیوطی، التعقبات علی الموضوعات، سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ مکتبہ اثریہ، س ن، ص ۲۲)

تعقبات ہی میں ہے کہ!

"المنکر نوع آخر غیر الموضوع وهو من قسم الضعیف"

ترجمہ۔ یعنی حدیث منکر، موضوع کے علاوہ ایک دوسری نوع ہے جو کہ ضعیف کی ایک قسم ہے۔

(السیوطی، التعقبات علی الموضوعات، سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ مکتبہ اثریہ، س

ن،ص۳۰)

تعقبات ہی میں ہے کہ!

''المنکر من قسم الضعیف وھو متحمل فی الفضائل''

ترجمہ۔یعنی منکر ضعیف کی قسم ہےاور یہ فضائل میں قابل استدلال ہے۔

(السیوطی،التعقبات علی الموضوعات،سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ مکتبہ اثریہ،س ن،ص۶۰)

(جس حدیث میں راوی بالکل مبہم ہو وہ بھی موضوع نہیں ہوتی)

جس حدیث میں راوی مبہم ہو جیسے''حدثنی رجلٌ'' یعنی مجھ سے ایک شخص نے حدیث بیان کی، یا''بعض اصحابنا'' یعنی ایک رفیق نے خبر دی، اس سے حدیث ضعیف ہوگی نہ کہ موضوع ہوگی، علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''لآلی المصنوعہ'' میں فرماتے ہیں!

''لا یستحق الحدیث ان یوصف بالوضع بمجرد ان روایہ لم یسم''

ترجمہ۔یعنی صرف راوی کا نام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے حدیث موضوع کہنے کی مستحق نہیں ہوجاتی۔

(السیوطی، لآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ،ج۲،ص۲۶۴،۴۷)

(فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ھے)

امام ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی (۶۷۶-۵۸۱ھ/۱۲۷۷-۱۱۸۵ء) شارح صحیح مسلم رحمۃ اللہ علیہ''اربعین نووی'' میں، امام ابن حجر مکی علیہ الرحمہ''شرح مشکوٰۃ'' میں، ملا علی قاری علیہ الرحمہ''مرقاۃ شرح مشکوٰۃ'' اور''حرز ثمین شرح حصن حصین'' میں فرماتے ہیں!

”قد اتفق الحافظ و لفظ الاربعین قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال و لفظ الحرز لجواز العمل به فی فضائل الاعمال بالاتفاق“۔

ترجمہ۔یعنی بے شک حفاظ حدیث وعلمائے دین کا اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔(ملخصاً)

(شرح اربعین نووی: قاہرہ، مصطفیٰ البابی مصر، ص ۴۔حرز ثمین شرح حصن حصین، مطبوعہ نول کشور لکھنؤ، ص ۲۳)

امام شمس الدین السخاوی رحمتہ اللہ علیہ ”مقاصد حسنہ“ میں فرماتے ہیں!

”قد قال ابن عبدالبر انهم یتساهلون فی الحدیث اذا کان من فضائل الاعمال“۔

ترجمہ۔بے شک ابن عبدالبر نے کہا کہ علماء حدیث میں تساہل فرماتے ہیں جب کہ فضائل کے بارہ میں ہو۔

(السخاوی، امام شمس الدین، المقاصد الحسنہ، بیروت، دارالکتب العلمیہ، س ن، ص ۴۰۵)

امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد بابن الھمام رحمتہ اللہ علیہ (پ ۷۹۰ھ۔ف ۸۶۱ھ) ”فتح القدیر“ میں فرماتے ہیں!

”الضعیف غیر الموضوع یعمل به فی فضائل الاعمال“

ترجمہ۔یعنی فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے گا لیکن وہ موضوع نہ ہو۔

(محمد، امام کمال الدین، فتح القدیر، ج ۱، سکھر، مکتبہ نوریہ رضویہ، س ن، ص ۳۰۳)

امام محدث حافظ ابوعمرو ابن صلاح رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۶۴۲ھ/ ۱۲۴۴ء) ”علوم الحدیث“ میں فرماتے ہیں!

”یجوز عنه اهل الحدیث وغیرہ هم التساهل فی الاسانید وروایة ماسوىٰ الموضوع من انواع الاحادیث الضعیفة من غیر اهتمام ببیان ضعفها فیما سوی صفات الله تعالیٰ و احکام الشریعة من الحلال والحرام وغیرهما، ذلک کالمواعظ والقصص، وفضائل الاعمال وسائر فنون الترغیب والترهیب وسائر مالا تعلق له بالاحکام والعقائد وممن رویناعنه تنصیص علی التساهل فی نحو ذلک عبدالرحمن بن مهدی واحمدبن حنبل رضی الله عنهما“۔

ترجمہ۔محدثین وغیرہم علماء موضوع کے سوا ہر قسم کی سندوں اور روایات میں تساہل سے کام لیتے ہیں جن کا تعلق صفات الٰہی، عقائد واحکام اور حلال وحرام سے نہ ہواور امام عبدالرحمن بن مہدی وامام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما سے اس کی تصریح منقول ہے کہ مواعظ وقصص اور فضائل واعمال اور ترغیب وترھیب اور جن احادیث کا تعلق عقائد واحکام سے نہ ہو ان میں تساھل سے کام لیا جاتا ہے۔

(ابن صلاح، امام محدث حافظ ابوعمرو، مقدمہ ابن صلاح: ملتان، فاروقی کتب خانہ ،ص۴۹)

شیخ الاسلام امام ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ ”کتاب الاذکار“میں فرماتے ہیں!

”قال العلماء من المحدثین والفقهاء وغیرهم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترهیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعا“۔

ترجمہ۔محدثین وفقہاء وغیرھم علماء نے فرمایا کہ فضائل اور نیک بات کی ترغیب اور بری بات سے خوف دلانے میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ومستحب ہے جب

کہ موضوع نہ ہو۔

(النووی ، شیخ الاسلام امام ابو زکریا ، کتاب الاذکار: بیروت ، دارالکتب العربیہ ،ص ۷)

علامہ کمال الدین ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ "فتح القدیر" میں فرماتے ہیں!

"الاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع"

ترجمہ۔ضعیف حدیث سے جو کہ موضوع نہ ہو فعل کا مستحب ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

(محمد، امام کمال الدین، فتح القدیر، ج ۲،ص ۹۵)

علامہ ابراہیم حلبی (م ۹۵۶ھ/۱۵۴۹ء) "غنیته المستملی فی شرح منیته المصلی" میں فرماتے ہیں!

(یستحب ان یمسح بدنه بمند یل بعد الغسل) لماروت عائشه رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت کان للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم خرقة یتنشف بها بعد الوضوء رواه الترمذی وهو ضعیف ولکن یجوز العمل بالضعیف فی الفضائل۔

ترجمہ۔"(نہا کر رومال سے بدن پونچھنا مستحب ہے) جیسا کہ ترمذی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو کے بعد رومال سے اعضاء مبارک صاف فرماتے، ترمذی نے روایت کیا کہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر فضائل میں ضعیف پر عمل روا ہے۔

(الحلبی ،علامہ ابراہیم ،غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی : لاہور، سہیل اکیڈمی ،ص ۵۲)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "موضوعات کبیر" میں حدیثِ مسح گردن کا ضعف بیان کر کے فرماتے ہیں!

"الضعیف یعمل به الفضائل الاعمال اتفاقا ولذاقال ائمتنا ان مسح

الرقبة مستحب او سنة‘‘

ترجمہ۔فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل کیا جاتا ہے، اسی لئے ہمارے آئمہ کرام نے فرمایا کہ وضو میں گردن کا مسح مستحب یا سنت ہے۔

(القاری، ملاعلی، موضوعات کبیر: دہلی، مطبع مجتبائی، س ن، ص ۶۳، حدیث مسح الرقبۃ)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ ’’طلوع الثریا باظھار ما کان خفیا‘‘ میں فرماتے ہیں!

’’استحبه ابن الصلاح و تبعه النووی نظر الی ان الحدیث الضعیف یتسامح به فی فضائل الاعمال‘‘۔

ترجمہ۔(تلقین کو) امام ابن الصلاح اور پھر امام نووی نے اس نظر سے مستحب مانا کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کے ساتھ نرمی کی جاتی ہے۔

(السیوطی، امام جلال الدین، الحاوی للفتاویٰ، ج ۲، بیروت، دارلفکر، س ن، ص ۱۹۱)

الامام المحدث الحافظ ابن الصلاح شہرزوری رحمۃ اللہ علیہ ’’مقدمہ ابن صلاح‘‘ میں فرماتے ہیں!

’’اذا قالوا فی حدیث انه غیر صحیح فلیس ذلک قطعا بانه کذب فی نفس الامر اذ قد یکون صدقا فی نفس الامر و انما المراد به لم یصح اسناده علی الشرط المذکور‘‘۔

ترجمہ۔محدثین جب کسی حدیث کو غیر صحیح بتاتے ہیں تو یہ اس حدیث کے فی الواقع کذب پر یقین نہیں ہوتا، اس لئے کہ حدیث غیر صحیح کبھی واقع میں سچی ہوتی ہے، اس سے تو اتنی مراد ہوتی ہے کہ اس کی سند اس شرط پر نہیں جو کہ محدثین نے صحت کے لئے مقرر کی ہے۔

(ابن صلاح، امام محدث حافظ ابوعمرو، مقدمہ ابن صلاح: ص ۸)

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''تدریب الراوی'' میں فرماتے ہیں!

''اذا قیل حدیث ضعیف فمعناہ لم یصح اسنادہ علی الشرط المذکور لا انہ کذب فی نفس الامر لجواز صدق الکاذب''(ملخصاً)۔

ترجمہ۔ کسی حدیث کو ضعیف کہا جائے تو معنی یہ ہیں کہ اس کی اسناد شرط مذکور پر نہیں، نہ یہ کہ واقع میں جھوٹ ہے، ممکن ہے کہ جھوٹے نے سچ بولا ہو۔ (ملخصاً)

(السیوطی، امام جلال الدین، تدریب الراوی شرح تقریب النواوی، ج ۱، لاہور، دار النشر الکتب اسلامیہ، س ن، ص ۷۵، ۷۶)

علامہ کمال الدین ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

''ان وصف الحسن و الصحیح و الضعیف انما ھو باعتبار السند ظنا اما فی الواقع فیجوز غلط الصحیح و صحۃ الضعیف''۔

ترجمہ۔ حدیث کو حسن یا صحیح یا ضعیف کہنا صرف سند کے لحاظ سے ظنی طور پر ہے، واقع میں جائز ہے کہ صحیح غلط ہو اور ضعیف صحیح ہو۔

(محمد، امام کمال الدین، فتح القدیر، ج ۲، ص ۳۸۹)

اسی کتاب ''فتح القدیر'' میں ہی لکھتے ہیں!

''لیس معنی الضعیف الباطل فی نفس الامر بل مالم یثبت بالشروط المعتبرۃ عند اھل الحدیث مع تجویز کونہ صحیحاً فی نفس الامر فیجوز ان یقترن قرینۃ تحقق ذلک، و ان الراوی الضعیف اجاد فی ھذا المتن المعین فیحکم بہ۔

ترجمہ۔ضعیف کے یہ معنی نہیں کہ وہ واقع میں باطل ہے بلکہ یہ کہ جو شرطیں محدثین نے اعتبار کیں ان پر پوری نہ اُتری، اس کے ساتھ جائز ہے کہ واقع میں صحیح ہو، تو ممکن ہے کہ کوئی ایسا قرینہ ملے جو ثابت کردے کہ وہ صحیح ہے اور راوی ضعیف نے یہ حدیث خاص اچھے طور پر ادا کی ہے، اس وقت باوصف ضعف راوی اس کی صحت کا حکم کردیا جائے گا۔

(محمد، امام کمال الدین، فتح القدیر، ج۲، ص۲۶۶)

ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ "موضوعات کبیر" میں فرماتے ہیں!

"المحققون علی ان الصحۃ والحسن والضعف انما ھی من حیث الظاھر فقط مع احتمال کون الصحیح موضوعا وعکسہ کذا افادہ الشیخ ابن حجر مکی"۔

ترجمہ۔محققین فرماتے ہیں صحت وحسن وضعف سب بنظر ظاہر ہیں، واقع میں ممکن ہے کہ صحیح موضوع ہو اور موضوع صحیح ہو، جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی نے افادہ فرمایا ہے۔

(القاری، ملا علی موضوعات کبیر:، دہلی، مطبع مجتبائی، س ن؟ص ۶۸، زیر حدیث، من بلغہ عن اللہ شئی الخ)

امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ تو اپنی کتاب "تدریب الراوی" میں یہاں تک فرماتے ہیں!

"ویعمل بالضعیف ایضا فی الاحکام اذا کان فیہ احتیاط"۔

ترجمہ۔حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائے گا جب کہ اس میں احتیاط ہو۔

(السیوطی، امام جلال الدین ،تدریب الراوی شرح تقریب النواوی، ج۱، ص۲۹۹)

علامہ محمد ابراہیم بن محمد حلبی رحمتہ اللہ علیہ (م ۹۵۶ھ/۱۵۴۹ء) اپنی کتاب "غنیۃ

المستملی‘‘ میں فرماتے ہیں!

’’الاصل ان الوصل بین الاذان والاقامة یکرہ فی کل الصلوٰة لما روی الترمذی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لبلال اذا اذنت فترسل واذا اقمت فاحد روا اجعل بین اذانک واقامتک قدر مایفرغ الآکل من اکلہ فی غیر المغرب والشارب من شربہ والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجة وھو وان کان ضعیفا لکن یجوز العمل بہ فی مثل ھذا الحکم‘‘۔

ترجمہ۔ یعنی اصل یہ ہے کہ اذان کہتے ہی فوراً اقامت کہہ دینا مطلقاً سب نمازوں میں مکروہ ہے، اس لئے کہ ترمذی نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اذان ٹھہر ٹھہر کر کہا کر اور تکبیر جلد جلد، اور دونوں میں اتنا فاصلہ رکھ کہ کھانے والا کھانے سے (مغرب کے علاوہ) اور پینے والا پینے اور ضرورت والا قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے، یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے (امام ترمذی نے فرمایا ھو اسناد مجھول، یہ سند مجہول ہے) مگر ایسے حکم میں اس پر عمل روا ہے۔

(الحلبی، علامہ ابراہیم، غنیة المستملی شرح منیة المصلی: ص ۳۷۶۔۳۷۷)

(ملخصاً، منیر العین از امام احمد رضا بریلوی، مشمولہ فتاویٰ رضویہ، ج ۵ جدید اڈیشن، رضا فاؤنڈیشن لاہور، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء، ص ۴۹۷)

ضعیف حدیث سے نفرت کیوں؟

ضعیف حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ یہ جھوٹی یا گھڑی ہوئی حدیث ہوتی ہے، بلکہ محدثین کے نزدیک راویوں کی صفات کے اعتبار سے حدیث کی تین قسمیں ہیں! (۱) صحیح (۲) حسن (۳) ضعیف۔

تفصیل میں جائے بغیر آپ اتنا سمجھ لیں کہ حدیث ''صحیح'' راویوں کے اوصاف کے لحاظ سے اعلیٰ ترین قسم ہے، تو ''لا یصح'' کا معنی یہ ہوا کہ یہ حدیث روایت کے اعلیٰ درجہ پر فائز نہیں، اس لئے یہ حدیث ''حسن'' بھی ہو سکتی ہے اور حدیث ''ضعیف'' بھی، محدثین نے محض احتیاط کی بنا پر ضعیف حدیث کا درجہ پہلی دو یعنی حدیث صحیح اور حسن سے کچھ کم رکھا ہے، اس سے عقائد اور احکام ثابت نہیں ہوتے یعنی عقائد اور احکام کے معاملہ میں کام نہیں دیتی، لیکن فضائل اعمال میں علی الاتفاق اجماعاً معتبر ہے، اس بات کا انکار جہالت وحماقت ہے، محدثین تو ضعیف کو معتبر مانیں مگر جہلاء اس کو غیر معتبر بتائیں ؎

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے۔

ضعیف حدیث پر عمل کرنے سے صرف اس لئے اجتناب کرنا کہ یہ تو ضعیف ہے، ایسا خیال رکھنا درست نہیں، اس کے متعلق ایک عبرت آموز واقعہ ملاحظہ فرمائیں!

ایک ضعیف حدیث میں بدھ کے دن پچھنے لگانے سے ممانعت آئی ہے کہ!

''من احتجم یوم الاربعاء ویوم السبت فاصابه برص فلا یلو من الا نفسه''۔

یعنی جو بدھ یا ہفتہ کے دن پچھنے لگائے پھر اس کے بدن پر سفید داغ ہو جائے تو اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔

(الکامل لابن عدی، ج ۴، سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ، المکتبہ الاثریہ ۱۴۴۶، من ابتداء اسمہ عین، عبداللہ بن زیاد)

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''لآلی المصنوعه'' میں ''کتاب المرض والطب'' کے آخر میں اور ''التعقبات علی الموضوعات'' کے باب الجنائز میں نقل فرماتے ہیں!

''سمعت ابی یقول سمعت ابا عمرو محمد بن جعفر بن مطر النیسابوری قال قلت یوما ان هذا الحدیث لیس بصحیح فافتصدت

یوم الاربعاء فاصا بنی البرص فرائیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النوم فشکوت الیہ حالی فقال ایاک والا ستہانۃ بحدیثی فقلت تبت یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانتہبت وقدعا فانی اللہ تعالیٰ وذہب ذلک عنی"۔

ترجمہ۔ایک صاحب محمد بن جعفر بن مطر نیشا پوری کو فصد کی ضرورت تھی، بدھ کا دن تھا، خیال کیا کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں، لہذا فصد لے لی، فوراً برص کا مرض ہوگیا، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار میری حدیث کو ہلکا نہ سمجھنا، انہوں نے توبہ کی، آنکھ کھلی تو اچھے تھے۔

(السیوطی، امام جلال الدین، لآلی المصنوعہ، ج ۲: قاہرہ، مطبع ادبیہ، ص ۲۱۹)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "لآلی المصنوعہ" میں فرماتے ہیں!

عربی سے ترجمہ۔ ہفتہ کے دن پچھنے لگوانے یعنی خون لینے کے بارے میں امام ابن عساکر روایت فرماتے ہیں کہ ابومعین حسین بن حسن طبری نے پچھنے لگانے چاہے، ہفتہ کا دن تھا، غلام سے کہا حجام کو بلالا، جب وہ چلا تو حدیث یاد آئی، پھر سوچ کر کہا کہ حدیث میں تو ضعف ہے، غرض کہ پچھنے لگا لئے، برص کا مرض ہوگیا، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھ میری حدیث کا معاملہ آسان نہ جاننا، انہوں نے منت مانی کہ اللہ تعالیٰ اس مرض سے نجات دے تو اب کبھی حدیث کے معاملہ میں سہل انگاری نہ کروں گا، صحیح ہو یا ضعیف، اللہ تعالیٰ نے شفا بخشی۔

(السیوطی، امام جلال الدین، لآلی المصنوعہ، ج ۲: قاہرہ، مطبع ادبیہ، ص ۲۱۹)

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمۃ اللہ

علیہ(۹۷۷-۱۰۶۹ھ/۱۵۷۱-۱۶۵۹ء) اپنی کتاب ''نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض''میں فرماتے ہیں!

عربی سے ترجمہ۔''یوں ہی ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن ناخن کتروانے کے بارے میں آیا ہے کہ یہ مورث برص ہوتا ہے،بعض علماء نے کتروائے،کسی نے بر بنائے حدیث منع کیا،فرمایا حدیث صحیح نہیں، چنانچہ فوراً برص میں مبتلا ہو گئے،خواب میں حضور پرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے،حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے حال کی شکایت عرض کی،حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!تم نے سنا نہ تھا کہ ہم نے اس سے نفی فرمائی ہے،عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی،ارشاد ہوا! تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی، یہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کے بدن پر لگا دیا،فوراً اچھے ہو گئے اور اسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سن کر مخالفت نہ کروں گا''۔
(خفاجی المصری، علامہ شہاب الدین،نسیم الریاض ج۱: بیروت، دارالفکر، ص ۳۴۴)

اس مذکورہ واقعہ میں جو''بعض علماء'' لکھا ہے تو یہ بعض علماء سے مراد علامہ امام ابن الحاج مکی مالکی (متوفی ۷۳۷ھ/ ۱۳۳۶ء) رحمتہ اللہ علیہ ہیں، علامہ طحطاوی مصری رحمتہ اللہ علیہ(م ۱۲۳۱ھ/ ۱۶-۱۸۱۵ء)''حاشیہ در مختار''میں فرماتے ہیں!

عربی سے ترجمہ۔''بعض میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن ترشوانے والے کو برص کی بیماری عارض ہو جاتی ہے،مشہور کتاب ''مدخل'' کے مصنف علامہ ابن الحاج مکی کے بارے میں ہے کہ انہوں نے بدھ کے روز ناخن کاٹنے کا ارادہ کیا، انہیں یہ منع والی بات یاد دلائی گئی تو انہوں نے اسے ترک کر دیا، پھر خیال آیا کہ

ناخن کتروانا سنت ثابتہ ہے اوراس سے نہی کی روایت میرے نزدیک صحیح نہیں، لہذاانہوں نے ناخن کاٹ لئے تو انہیں برص عارض ہوگیا، خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، سرکار دو عالم نے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کیا تو نے نہیں سنا کہ میں نے اس سے منع فرمایا ہے، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ حدیث میرے نزدیک صحیح نہ تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا سن لینا ہی کافی ہے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جسم پر اپنا دست مبارک پھیرا تو تمام برص زائل ہوگیا، ابن الحاج کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس بات سے توبہ کی کہ آئندہ جو حدیث بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنوں گا اس کی مخالفت نہیں کروں گا۔

(طحطاوی ، حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار، ج ۴: بیروت، دار المعرفۃ ، ص ۲۰۲ (فصل فی البیع)

دیکھئے یہ حدیثیں بلحاظ سند کیسی ضعیف تھیں اور واقع میں ان کی وہ شان کہ مخالفت کرتے ہی فوراً تصدیقیں ظاہر ہوگئیں، اللہ تعالیٰ منکرین فضائل کو بھی تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توفیق بخشے اور حدیث کو ہلکا سمجھنے سے نجات دے آمین۔

(ضعیف حدیث اور علمائے دیوبند)

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں!

”ایک مرتبہ مولانا رشید احمد گنگوھی نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ مولانا محمد قاسم کو گلاب سے زیادہ محبت تھی، جانتے بھی ہو کیوں تھی ، ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایک حدیث ضعیف میں آیا ہے کہ گلاب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرق (پسینے) سے بنا ہوا ہے، فرمایا ہاں، اگرچہ حدیث ضعیف ہے مگر ہے تو حدیث“۔

(تھانوی، اشرف علی تھانوی، ارواح ثلٰثہ: لاہور، اسلامی اکادمی، ۱۹۷۶ء،
ص۲۹۰ (حکایت نمبر ۲۸۶))

مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں!

''روایات ضعیفہ کے لئے فضائل اعمال میں گنجائش ہے''۔

(الافاضات الیومیہ من افادات القومیہ (حصہ ہفتم جز ثانی): تھانہ بھون، تالیفات اشرفیہ، ص۴۵۵ (ملفوظ نمبر ۵۵۵)

مولانا رشید احمد گنگوھی (۱۲۴۴۔۱۳۲۳ھ/۱۸۲۹۔۱۹۰۵ء) اور مفتی محمد شفیع دیو بندی (۱۳۱۴۔۱۳۹۶ھ/۱۸۹۷۔۱۹۷۶ء) لکھتے ہیں!

''علماء کا اتفاق ہے کہ ضعیف حدیث فضائلِ اعمال میں قابل قبول ہے''۔

(الف: رشید احمد گنگوہی کے درس حدیث کے افادات پر مشتمل، لامع الداری شرح بخاری: ص۱۵۴)

(ب: محمد شفیع، مفتی، تاریخ اسلام مع جوامع الکلم: ملتان، مکتبہ امدادیہ، س ن، ص۳۹۶)

مولوی محمد زکریا سہارنپوری (سابق امیر تبلیغی جماعت ومؤلف تبلیغی نصاب وفضائل اعمال) (۱۳۱۵۔۱۴۰۲ھ/۱۸۹۸۔۱۹۸۲ء) ضعیف حدیث کے متعلق لکھتے ہیں!

''فضائل اعمال میں محدثین نے ایسی روایات کو جائز قرار دیا ہے''۔

(سہارنپوری، مولوی محمد زکریا، کتب فضائل پر اشکلالات اوع ان کے جوابات، مطبوعہ مکتبہ دینیات رائے ونڈ، س ن، ص۱۳۳)

مولوی سرفراز خاں صفدر لکھتے ہیں!

''محدثین کرام کے ہاں یہ طے شدہ بات ہے کہ عقیدہ کے باب میں خبر واحد صحیح بھی معتبر نہیں، اور حلال وحرام اور طلاق ونکاح وغیرہ کے سلسلہ میں صحیح یا حسن خبر

ہی قابل احتجاج ہوسکتی ہے، باقی جواز واستحباب کے لئے ضعیف حدیث بھی قابل عمل ہے، چنانچہ امام نووی لکھتے ہیں کہ ''وقال العلماء من المحدثین والفقھاء وغیرھم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والرغیب والرھیب بالحد یث الضعیف مالم یکن موضوعا، الخ'' (کتاب الاذکار، صفحہ ۷، طبع مصر) ترجمہ۔علماء محدثین اور فقہاء وغیرھم یہ فرماتے ہیں کہ فضائل اور ترغیب وترہیب میں ضعیف حدیث کے ساتھ عمل جائز اور مستحب ہے بشرطیکہ موضوع نہ ہو''۔

(مولوی سرفراز خاں صفدر، تسکین الصدور، ناشر مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ ۱۹۸۶ء، ص ۳۶۸)

مدرسہ خیر المدارس (ملتان) کے مفتیوں کا فتویٰ!

''فضائل کے باب میں ضعیف حدیث سے استدلال ہوسکتا ہے''۔

(مولوی خیر محمد جالندھری، خیر الفتاویٰ، مرتبہ مفتی محمد انور، جلد ا، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۹۸۷ء، ص ۲۷۹)

(ضعیف حدیث اور غیر مقلدین)

غیر مقلدین وہابی کہا کرتے ہیں کہ ضعیف حدیث تو معتبر ہی نہیں ہوتی اور اہل سنت کو طعنہ دیا کرتے ہیں کہ یہ تو بس ضعیف حدیثوں کو مانتے ہیں، ان کا سارا عقیدہ ہی ضعیف ہے۔

ان جاہلوں کو اتنا شعور نہیں کہ عقیدہ کیا چیز ہے اور عمل کسے کہتے ہیں، الحمدللہ اہل سنت وجماعت کے عقائد قطعیہ واصولیہ، آیات قرآنیہ، احادیث صحیحہ اور تامل صحابہ سے ثابت ہیں، باقی رہ گیا فروعی معاملات اور فضائل ومسائل کا معاملہ تو اس بارے میں صرف اہل سنت ہی نہیں غیر مقلدین وہابی بھی ضعیف احادیث پر عمل پیرا ہیں مثلاً مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد (۱۲۸۵۔۱۳۶۷ھ/۱۸۶۸۔۱۹۴۸ء) سے سوال کیا گیا کہ!

''ضعیف حدیث کا معنی کیا ہے، ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں''۔ جواب میں کہتے ہیں!

''ضعیف کے معنی ہیں جس میں صحیح کی شرائط نہ پائی جائیں، وہ کئی قسم کی ہوتی ہے، اگر اس کے مقابل میں صحیح نہیں تو اس پر عمل کرنا جائز ہے، جیسے نماز کے شروع میں سبحانک اللھم الخ پڑھنے والی حدیث ضعیف ہے مگر عمل ساری امت کرتی ہے''۔

(مولوی ثناء اللہ امرتسری، فتاویٰ ثنائیہ، باب ہفتم مسائل متفرقہ، جلد ۲، مطبوعہ ادارہ ترجمان السنۃ لاہور، ص ۷۶)

اسی فتاویٰ میں موجود ہے!

''بعض ضعیف احادیث کی رو سے تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع یدین کرنا جائز ہے''۔

(مولوی ثناء اللہ امرتسری، فتاویٰ ثنائیہ، باب ہفتم مسائل متفرقہ، جلد ۲، مطبوعہ ادارہ ترجمان السنۃ لاہور، ص ۵۰)

مولوی نذیر حسین دہلوی غیر مقلد (م ۔ ۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۲ء) کہتے ہیں کہ ضعیف حدیث قابل عمل ہوتی ہے اور یہ کہ ضعیف حدیث کو موضوع نہیں کہنا چاہیئے، چنانچہ لکھتے ہیں کہ!

''دوسری روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ کے نکاح کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو حکم دیا، انہوں نے چار پانچ مد کا کھانا تیار کیا، اور ایک اونٹ ذبح کیا گیا، ولیمہ ہوا، پھر لوگ جماعت جماعت ہو کر کھانے کے لئے آنے لگے، جب سب کھا چکے تو پھر بھی کھانا بچ گیا، آپ نے وہ کھانا اپنی بیویوں کے پاس بھجوا دیا، اور فرمایا خود بھی کھاؤ اور جس کو چاہو کھلاؤ۔ پہلی حدیث کی سند میں جابر جعفی ضعیف ہے اور شیعہ ہے اور (اس) دوسری حدیث کی سند بھی ضعیف ہے

لیکن بہر حال یہ دونوں حدیثیں موضوع نہیں ہیں اور ان سے یہ ثابت ہوسکتا ہے کہ دلہن یا دلہن کے لواحقین کی طرف سے کھانا کھلایا جاسکتا ہے اور اس کا نام بھی دعوت ولیمہ یا دعوت عروس ہے"۔

(مولوی نذیر حسین دہلوی، فتاویٰ نذیریہ، جلد ۳، مطبوعہ اہل حدیث اکادمی ۱۹۷۱ء، ص ۵)

دوسری جگہ ایک حدیث کے متعلق لکھتے ہیں!

"اے اللہ مجھ کو مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ" الحدیث، اس کو ترمذی نے انس سے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے اور ابن ماجہ نے ابوسعید سے روایت کیا ہے اور اس کی سند بھی ضعیف ہے، مستدرک حاکم میں اس کے اور بھی طرق ہیں اور بیہقی نے اس کو عبادہ بن صامت سے روایت کیا ہے اور ابن جوزی نے زیادتی کی جو اس کو موضوع لکھ دیا"۔

(مولوی نذیر حسین دہلوی، فتاویٰ نذیریہ، جلد ۱، کتاب العلم، مطبوعہ اہل حدیث اکادمی ۱۹۷۱ء، ص ۳۰۵)

مولوی ابو عبد السلام عبد الرؤف بن عبد الحنان (غیر مقلد) لکھتے ہیں!

"حضرت بلال کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اذا اذنت فترسل و اذا اقمت فاحدر یعنی اذان ٹھہر ٹھہر کر اور اقامت جلد کہا کرو، ترمذی، عقیلی، طبرانی، ابن عدی، بیہقی کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی اسے بیان کیا ہے، تاہم یہ حدیث بالکل ضعیف ہے، اسے ابن حجر، ذہبی، عراقی، ترمذی، بیہقی، دارقطنی وغیرہ آئمہ نقاد نے نہایت ضعیف قرار دیا ہے"۔

(عبد الرؤف، مولوی ابو عبد السلام، القول المقبول فی تخریج وتعلیق صلوٰۃ الرسول: سندھو بلوکی (ضلع قصور) دار الاشاعت اشرفیہ، ۱۹۹۷ء، ص ۲۹۰)

ضعیف ہونے کے باوجود اس حدیث پر ساری امت وھابیہ عمل کر رہی ہے۔

تکبیر میں ''قد قامت الصلوٰۃ'' کے جواب میں ''اقامھا اللہ و ادامھا'' کہنا، اس حدیث کے متعلق مولوی عبدالرؤف غیر مقلد لکھتا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔

(عبدالرؤف، مولوی ابوعبدالسلام، القول المقبول فی تخریج وتعلیق صلوٰۃ الرسول: سندھوبلوکی (ضلع قصور) دارالاشاعت اشرفیہ، ۱۹۹۷ء، ص ۲۹۸)

نماز میں ہاتھ سینے پر باندھنے کی حدیث ضعیف ہے۔

(عبدالرؤف، مولوی ابوعبدالسلام، القول المقبول فی تخریج وتعلیق صلوٰۃ الرسول: سندھوبلوکی (ضلع قصور) دارالاشاعت اشرفیہ، ۱۹۹۷ء، ص ۳۴۲)

تمام غیر مقلد وھابی اس ضعیف حدیث پر سختی سے عمل کر رہے ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں قنوجی غیر مقلد (۱۳۰۷ھ/ ۱۸۹۰ء) لکھتے ہیں!

''حدیث ضعیف کہ بتعدد طرق بمرتبہ حسن رسیدہ نیز محتج بہ است خصوصاً در فضائل اعمال''

''ضعیف حدیث متعدد طرق سے روایت ہونے پر مرتبہ درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہے، اس سے استدلال جائز ہے خصوصاً فضائل اعمال میں''۔

(مسک الختام شرح بلوغ المرام، جلد ا، مطبوعہ مطبع نظامی کانپور ۱۲۸۹ھ، ص ۱۴)

مولوی نذیر حسین دہلوی غیر مقلد اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں!

''ضعیف حدیث فضائل میں مقبول ہے اور اس کو موضوع نہیں کہنا چاہئے''۔

(مولوی نذیر حسین دہلوی، فتاویٰ نذیریہ، کتاب العلم، جلد ا، مطبوعہ اہل حدیث اکادمی ۱۹۷۱ء، ص ۳۰۳)

مولوی عبداللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں!

''فضائل اعمال میں ضعیف بھی معتبر ہے''۔

(مولوی عبداللہ روپڑی، فتاویٰ اہل حدیث،مطبوعہ ادارہ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا ۱۹۷۴ء، ص ۴۷۳)

مولوی عبداللہ روپڑی (متوفی ۱۹۶۴ء) سے کسی نے سوال کیا کہ شب برأت کے روزے والی حدیث ضعیف ہے، کیا روزہ رکھنا درست ہے؟۔

مولوی صاحب جواب میں لکھتے ہیں!

"شبرات کا روزہ رکھنا افضل ہے چنانچہ مشکوٰۃ وغیرہ میں حدیث موجود ہے، اگرچہ حدیث ضعیف ہے لیکن فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل درست ہے۔عبداللہ امرتسری روپڑی۔۶/ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ"

مولوی عبداللہ روپڑی، فتاویٰ اہل حدیث، جلد ۲، مطبوعہ ادارہ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا ۱۹۷۴ء، ص ۵۵۴)

مولوی عبدالغفور اثری غیر مقلد،ضعیف حدیث پر عمل کے بارے میں امام سخاوی علیہ الرحمہ کی عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

"بعض محدثین کرام کے طریقہ کے مطابق ضعیف روایت بالخصوص جب کہ وہ متعدد طرق سے نقل کی جائے ،فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب میں قابل عمل ہوتی ہے جیسا کہ علامہ سخاوی رقمطراز ہیں:

"قال شیخ الاسلام ابو زکریا النووی رحمہ اللہ فی الاذکار ، قال العلماء من المحدثین والفقہاء وغیرھم : یجوز ویستحب العمل فی الفضائل و الترغیب والترھیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعاً" (القول البدیع ص ۲۵۸)"۔

(مولوی عبدالغفور اثری، احسن الکلام،ناشر اہل حدیث یوتھ فورس سیالکوٹ ۱۹۹۵ء، ص ۴۳، ۴۴)

مولوی عبدالغفور اثری نے جو اپنا من گھڑت فیصلہ دیا ہے کہ ''بعض محدثین'' کے طریقہ کے مطابق ضعیف روایت قابل عمل ہوتی ہے، تو اس کی کوئی حیثیت نہیں، مولوی صاحب کو چاہیئے تھا کہ اُن بعض محدثین کے نام لکھتے، امام سخاوی علیہ الرحمہ نے ''بعض محدثین'' نہیں کہا، فضائل و مناقب میں باالتفاق علماء ضعیف حدیث بھی کافی ہے، ان لوگوں کا آخرت پر ایمان نہیں اگر حشر کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دینے کا ڈر خوف ہوتا تو عبارات میں خیانتیں کیوں کرتے، امام سخاوی علیہ الرحمہ کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ!

''شیخ الاسلام ابوزکریا نووی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب الاذکار میں کہا ہے کہ، کہا علماء اور محدثین اور فقہاء وغیرہ نے کہ جائز اور مستحب ہے کہ فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے لیکن وہ موضوع نہ ہو''۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ جس حدیث کے متعلق محدثین یہ کہہ دیں کہ یہ صحیح نہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ یہ حدیث ہی نہیں، یا یہ کسی کام کی نہیں، یا قابل نفرت ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جائے گا کہ یہ ضعیف ہے، اور ضعیف حدیث کے متعلق آپ نے ساری بحث دیکھ لی کہ یہ قابل عمل ہے۔

اذان میں آقا نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر انگوٹھے یا انگلیوں کے پورے چومنا ضعیف حدیث سے ثابت ہے، تو پھر عمل کرنے سے انکار کیوں کیا جاتا ہے؟ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی ہونے اور تعظیم رسول سے دشمنی کی اس سے بڑی نشانی اور کیا ہے؟۔

جب کوئی جواب نہ بن پڑا تو سوچنے لگے کہ شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ماننا ہی نہیں، کیوں نہ ڈھیٹ بن کر اس حدیث ہی کو موضوع کہہ دیں، کہ اس جھوٹ کے بغیر بات نہیں بنے گی، لہذا خوف خدا سے عاری ان لوگوں نے بے شرمی سے یہ جھوٹ گھڑا کہ امام جلال الدین سیوطی اپنی کتاب ''تیسیر المقال'' میں لکھتے ہیں کہ اس بارے میں جتنی حدیثیں ہیں وہ

سب موضوع اور من گھڑت ہیں۔ چلو چھٹی ہوئی۔ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔

تیسیر المقال کتاب کا نام اور یہ جھوٹی عبارت گھڑنے والا سب سے پہلا شخص غیر مقلد مولوی قاضی بشیر الدین قنوجی ولد نورالدین ہے، مولوی بشیر الدین ۱۲۳۴ھ/۱۸۱۸ء میں ریاست قنوج (بھوپال، ہندوستان) میں پیدا ہوئے، ۱۲۷۳ھ میں فوت ہوئے، ان کی تصانیف میں ''کشف المبہم (شرح مسلم الثبوت)، حاشیہ کنز الدقائق، غایۃ الکلام فی ابطال عمل المولد والقیام، احسن المقال فی شرح حدیث لاتشد الرحال، بصارۃ العنین فی منع تقبیل الابھامین اور تفہیم المسائل وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔

(الف: رحمن علی ، تذکرِ علمائے ہند: ترجمہ وتحقیق، پروفیسر محمد ایوب قادری، کراچی، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، ۱۹۶۱ء، ص ۵۶۴

ب : نوشہروی، ابویحییٰ امام خان، تراجم علمائے حدیث ہند: کراچی، مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ (عکس مطبوعہ جید پریس دہلی ۱۹۳۸ء) ص ۳۲۹)

ج: راشدی، بدیع الدین ، مقدمہ، ہدایۃ المستفید ۔۔۔اردو ترجمہ۔۔فتح المجید شرح کتاب التوحید: لاہور انصار السنۃ المحمدیہ، ۱۹۷۵ء، ص ۵۶)

سب سے پہلے اس شخص نے اپنی کتاب ''بصارۃ العینین فی منع تقبیل الابھامین'' میں ایک کتاب کا جعلی نام ''تیسیر المقال'' گھڑا اور اسے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا، اس سے پہلے اور آج تک دنیا کی کسی زبان کی کسی کتاب میں یہ نام اور یہ حوالہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کتاب کا وجود ہے۔

مولوی محمد حسین نیلوی لکھتے ہیں :

یہی حوالہ اس نے اپنی کتاب حاشیہ کنز الدقائق کے صفحہ ۱۰ پر بھی لکھا، اس کے علاوہ اس نے ''خیر جاری شرح صحیح بخاری'' از محمد یعقوب بنانی، شرح رسالہ عبدالسلام لاہوری، از علامہ ابو اسحاق بن عبدالجبار کابلی، اقوال الاکاذیب، از امام ابوالحسن عبدالفاخر فارسی، الدرۃ

المنتشرہ از امام جلال الدین سیوطی کی عبارتوں کے حوالے سے لکھا ہے کہ انگوٹھے یا انگلیوں کے پورے چومنے والی احادیث موضوع ہیں۔

(نیلوی، مولوی محمد حسین، خیر الکلام: ص ۱۰۰)

مولوی بشیر الدین قنوجی نے جن کتابوں کا ذکر کیا ہے، ان میں سے امام جلال الدین سیوطی کی کتاب ''''الدرۃ المنتشرہ'' مارکیٹ میں مل جاتی ہے، سعودی عرب کی شائع کردہ انٹر نیٹ پر بھی موجود ہے، ہم نے ''الدرۃ المنتشرہ'' کو کئی مرتبہ صفحہ بہ صفحہ دیکھا کہیں بھی انگوٹھے چومنے کی حدیث کا ذکر ہی نہیں۔

مولانا نواب سلطان احمد قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳/اپریل ۱۹۳۲ء) اپنی کتاب ''سیف المصطفیٰ علی ادیان الافتراء'' میں مولوی بشیر الدین قنوجی کا تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

''یہ حضرت بایں دعویٰ ورع وتقویٰ اس فن تراش خراش میں سب سے پانچ قدم آگے ہیں، مشہور کتابوں کی عبارتیں کا یا پلٹ کرنا، جملے کے جملے صاف اڑا جانا، لفظ کے لفظ بے تکان بڑھا دینا، محض بے اصل حوالہ کرنا، علماء کتب کے اسماء بلکہ کسی نام سے پورا رسالہ لکھنا، عند المطالبہ تصنیف و مصنف کے اعتماد بلکہ وجود عالم ایجاد کا ثبوت نہ دے سکنا حضرت کے بائیں ہاتھ کا کام ہے''۔

(بریلوی، مولانا نواب سلطان احمد خاں قادری، سیف المصطفیٰ علی ادیان الافتراء: لاہور، نوری بکڈپو، ص ۲۷)

پھر اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں!

''کتابوں کے فرضی نام بنالینا، معدوم تصنیفوں کے حوالے دینا حضرت کا قدیمی داب ہے، مدت ہوئی کہ دہلی میں اس کا قصہ ہو چکا اور رسالہ مستطابہ ''افہام المفافل'' میں جسے چھپے ہوئے تیس برس گزرے، وہ حال سب چھپ

گیا، اس قسم کی کتابوں کا ان سے مطالبہ ہوا تھا، شاہ احمد سعید دہلوی نے رقعہ لکھے مگر صدائے برنخاست، نہ انہوں نے جواب دیا نہ ان کے موافقین کے لب کھلے ، اور جس ذی علم سے پوچھا گیا یہی کہا کہ ہم نے ان کتابوں کو نہ دیکھا سنا، غرض کسی نے اتنا بھی پتہ نہ دیا کہ کبھی ان ناموں سے ہمارے کان آشنا ہوئے ہیں''۔

(بریلوی ، مولانا نواب سلطان احمد خاں قادری، سیف المصطفیٰ علی ادیان الافتراء: لاہور، نوری بکڈپو، ص ۷ ۲)

مولانا نواب سلطان احمد خاں علیہ الرحمہ نے مولوی بشیر الدین قنوجی کی کتاب ''تفہیم المسائل'' سے ہیرا پھیریوں اور خیانتوں کے اکتیس حوالے دیئے ہیں ، ایک حوالہ آپ بھی پڑھیئے!

''مولوی قنوجی نے اپنی کتاب تفہیم المسائل کے صفحہ ۷۲ پر انکار استمداد کے لئے ''مطالب المومنین'' سے نقل کیا ''یکرہ الانتفاع بالقبر '' یعنی قبر سے نفع اٹھانا مکروہ ہے، اور اس کا مطلب یہ گھڑا کہ قبور سے مدد مانگنا جائز نہیں، حالانکہ مطالب المومنین کی اصل عبارت یوں ہے'' ویکرہ لا نتفاع بالمقبرۃ وان لم تبق آثارہ'' قبرستان سے فائدہ لینا مکروہ ہے اگرچہ اس کے آثار باقی نہ رہیں، ہر عربی خوان سمجھ سکتا ہے کہ یہاں زمین مقبرہ سے تمتع اور اُسے اپنے تصرف میں لانے کا ذکر ہے، اسی لئے اگرچہ کہہ کر ترقی کرتے ہیں کہ شاید قبروں کا نشان نہ رہنے کے بعد جواز انتفاع کا گمان ہو، لہذا تصریح کردی کہ گو اثر نہ رہے، تاہم انتفاع روا نہیں، قنوجی کی کارسازی دیکھئے پچھلے جملے کو جس سے اُن کے گھڑے ہوئے ، انگڑھ مطلب کا صریح رد ہوتا تھا، صاف ہضم فرماگئے اور جھٹ مقبرہ کی قبر بنا کر انتہیٰ لکھ دیا''۔

(بریلوی، مولانا نواب سلطان احمد خاں قادری، سیف المصطفیٰ علی ادیان الافتراء: لاہور، نوری بکڈ پو، ص ۲۹)

(مولانا سلطان احمد خان بریلوی ابن نواب امیر احمد خان صاحب از اولاد نواب حافظ الملک رحمت خان بہادر، شہر ذی الحجہ ۱۲۷۹ھ/ مئی ۱۸۶۳ء میں پیدا ہوئے، کل علوم دینیات اور اکثر معقول مولانا احمد رضا خان بریلوی سے پڑھے، بعد فراض تحصیل علوم کے حضرت سید شاہ ابوالحسین مارہروی زید اللہ برکاتہ کے سلسلہ قادریہ برکاتیہ میں مرید ہوئے اور خلافت بھی بعد مجاہدہ وریاضت کے حاصل ہوئی، علم الفرائض میں وحید العصر و فرید الدہر ہیں، ''فتاویٰ رضویہ'' کی چاروں جلدوں کی آپ ہی نے ترتیب دی، راقم کو آپ سے شرف نیاز حاصل ہے۔)

(مولانا سید محمد حسین بدایونی (متوفی ۱۹۱۸ء)، تذکرہ علمائے ہندوستان، مطبوعہ لاہور ۲۰۱۸ء، ص ۱۸۳۔ (مظہر العلماء، ص ۸۶)

مولانا نواب سلطان احمد خان کی وفات محلہ معماران بریلی میں ۱۳۶۵ھ میں ہوئی۔

(ماہنامہ جہان رضا، لاہور، شمارہ ستمبر ۱۹۹۱ء، ص ۲۰)

مولوی بشیر الدین قنوجی کی کتاب ''بصارۃ العینین فی منع تقبیل الابھامین'' کے یہ سارے حوالے وھابیہ کے شیخ الکل مولوی نذیر حسین دہلوی غیر مقلد کے فتاویٰ نذیریہ، جلد اوّل، کتاب الاعتصام بالسنۃ، سے ہم نے من وعن نقل کر دیئے ہیں۔

(مولوی نذیر احمد دہلوی، فتاویٰ نذیریہ، ج ۱: مطبوعہ اہل حدیث اکادمی کشمیری بازار لاہور ۱۹۷۱ء، ص ۲۴۵ تا ۲۴۸)

فتاویٰ نذیریہ کا نام لئے بغیر یہی حوالے دیوبندی مولوی محمد حسین نیلوی دیوبندی

(سرگودھا، پاکستان) نے اپنی کتاب ''خیر الکلام فی تقبیل الابھام'' میں درج کئے، اب ان کے دلائل کا تجزیہ کرتے ہیں!

غیر مقلدین کے فتویٰ کا تجزیہ

مولوی نذیر حسین دہلوی غیر مقلد سے تقبیل ابھامین (یعنی انگوٹھے چومنے) کے متعلق ایک سوال ہوا (فتاویٰ نذیریہ میں سوال درج نہیں ہے) اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں!

''مستفتی نے جتنی حدیثیں تقبیل عینین کے بارے میں لکھی ہیں، ساری بے اصل اور موضوعات ہیں، شیخ جلال الدین سیوطی نے تیسیر المقال میں لکھا ہے الاحادیث التی رویت فی تقبیل الانامل وجعلھا علی العینین عند سماع اسمہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المؤذن فی کلمہ الشھادۃ کلھا موضوعات انتھی وقال الملا علی القاری فی رسالۃ الموضوعات لا اصل لھا''

نیچے حاشیہ میں اس عربی عبارت کا ترجمہ درج ہے!

''وہ تمام احادیث جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مؤذن سے سن کر یا کلمہ شہادتین میں سننے پر انگلیوں کے چومنے اور پھر آنکھوں پر لگانے کے بارے میں آئی ہیں، وہ سب موضوع ہیں، ملا علی قاری نے بھی رسالہ ''موضوعات'' میں لکھا ہے کہ ان کی کوئی اصل نہیں ہے''۔

(دہلوی، مولوی نذیر حسین دہلوی، فتاویٰ نذیریہ، ج۱: ص ۲۴۲، کتاب الاعتصام بالسنۃ)

مولوی نذیر حسین محدث دہلوی صاحب نے اپنے فتوے میں ''تقبیل الابہامین'' یعنی انگوٹھے چومنا، اور ''تقبیل الانام'' یعنی انگلیوں کے پورے چومنا'' کے بجائے ''تقبیل عینین''، یعنی آنکھیں چومنا لکھا ہے۔ پتہ نہیں مولوی صاحب نے یہ کیا لکھ دیا، کیونکہ انگوٹھے یا

انگلیوں کے پورے چوم کرتو آنکھوں سے لگائے جاسکتے ہیں، کیا غیر مقلدین بتائیں گے کہ آنکھوں کو کیسے چوما جاتا ہے، ہم نے تو نہ سنا نہ دیکھا کہ انسان اپنے لبوں سے اپنی آنکھوں کو چوم لے، چونکہ وہ محدث دہلوی ہیں اس لئے ان کو کون پوچھ سکتا ہے۔

پھر لکھتے ہیں! ''(یہ حدیثیں) ساری بے اصل اور موضوعات ہیں'' اس کی دلیل یہ دی کہ شیخ جلال الدین سیوطی نے تیسیر المقال میں لکھا ہے کہ اس بارے میں جتنیں حدیثیں ہیں وہ سب موضوع ہیں۔

کیا غیر مقلدین اس کتاب کا وجود ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ کتاب فلاں ملک، فلاں شہر، فلاں لائبریری میں موجود ہے، مطبوعہ ہے یا مخطوطہ ہے۔

اگر اہل سنت یہ کہہ دیں کہ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے کتاب تیسیر المقال میں لکھا ہے کہ انگوٹھے چومنے کی ساری حدیثیں صحیح ہیں، تو کیا غیر مقلد وہابی اور دیوبندی اس بات کو مان لیں گے؟ انصاف تو یہی ہے کہ مان لینا چاہئے کیونکہ انہوں نے بھی تو بغیر ثبوت کے ہی لکھا ہے، اگر نہیں مانتے تو ہم کیسے مان لیں، تحقیق کی دنیا میں تو حوالوں کی چھان بین ہوتی ہے۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی تصانیف کی فہرستیں شائع ہو چکی ہیں، ان میں کہیں بھی اس کتاب کا نام نہیں ملتا۔

۱۔ فہرست مؤلفات سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، لاہور، مطبع محمدی، س ن، صفحات ۱۲

۲۔ بغدادی، اسمٰعیل پاشا، ھدیۃ العارفین اسماء المؤلفین و آثار المصنفین من کشف الظنون، ج ۵: بیروت، دار الفکر، ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء، ص ۵۳۴ تا ۵۴۴۔

۳۔ چشتی، عبدالحلیم، فہرست تصانیف امام جلال سیوطی علیہ الرحمہ:، مشمولہ، فوائد جامعہ برعجالہ نافعہ، کراچی، نور محمد کارخانہ، ۱۹۶۱ء، ص ۱۶۵ تا ۱۸۰۔

۴۔ حال ہی میں مولانا محمد عبدالحلیم چشتی فاضل دارالعلوم دیوبند (کراچی) نے اپنی مرتب کردہ کتاب ''تذکرۂ علامہ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ'' مطبوعہ الرحیم اکیڈمی اے ۷/ ۷

اعظم نگر پوسٹ آفس لیاقت آباد کراچی ، سن اشاعت ۱۴۲۱ھ، میں صفحہ ۲۷۲ تا ۳۶۹ پر تصانیف علامہ سیوطی کی تین جامع فہرستیں شائع کی ہیں ، لیکن ''تیسیر المقال'' نامی کتاب کا دُور دُور پتا نہیں۔

یہ لوگ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ سے آج تک ثابت نہیں کر سکتے کہ یہ جعلی کتاب امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی تصنیف ہے، ہاں احقر کی یہ کتاب پڑھ کر ان کا تعصب جوش مارے تو بعید نہیں کہ خوف خدا سے عاری یہ لوگ کوئی ایسا کرتب کر دکھائیں کہ اس جعلی کتاب کا نام علامہ سیوطی کی کسی فہرست تصانیف میں ملاوٹ کر دیں، کیونکہ جو لوگ حدیث کی چھ کتابوں کے مجموعہ صحاح ستہ کو بائبل پیپر پر خوبصوت انداز میں اٹلی (یورپ) سے چھپوا کر اس میں خیانت وتحریف کا کھیل کھیل سکتے ہیں، تو ایسی معمولی تحریف تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، صحاح ستہ کے مجموعہ میں تحریف کا واقعہ یہ ہے کہ نماز میں دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرنے کی ایک حدیث ہے، جس کے سب راوی یعنی روایت کرنے والے ثقہ ومعتبر ہیں، جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ سجدوں کے درمیان رفع یدین کب منسوخ وممنوع ہوا حالانکہ یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے، تو جواب میں ان کی شکلیں دیکھنے کے قابل ہوتی ہیں اور ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا اور ہمارا جواب منسوخیت یہ پسند نہیں کرتے۔

آخر کار تنگ آکر انہوں نے سوچا کہ اس حدیث کی سند کا ستیاناس ہی کیوں نہ کر دیں تاکہ آئندہ کوئی یہ حدیث پیش کرے تو ہم فوراً اپنے شائع کردہ اس نسخہ سے یہ حدیث نکال کر دکھادیں کہ جناب اس حدیث کی سند کا تو راوی ضعیف ہے اور پھر اپنی اس بے ایمانی پر خوشی سے بغلیں بجائیں، تو اب انہوں نے سوچا کہ دنیا بھر کے نسخوں میں تحریف کیسے کریں، کیوں نہ حدیث کی سند میں تحریف کرنے کے لئے ایک محرف نسخہ چھاپ لیں، سعودی ریال کے ہوتے ہوئے خرچہ کی کیا فکر، تو جناب ان لوگوں نے حدیث کی سند پر شب خون مار کر اس حدیث کے ثقہ راوی ''شعبہ'' (جسے امام بخاری امیر المومنین فی الحدیث کہیں) کا نام نکال کر اس کی جگہ

ایک ضعیف راوی ''سعید'' کا نام لکھ دیا، یہ مجموعہ احادیث پاکستان میں غیر مقلدین وہابیوں کے کتب خانہ دارالسلام (جس کی ہر بڑے شہر میں شاخ ہے) سے ۲۵۰۰ روپئے میں مل جاتا ہے، امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کے متعلق کیا خوب فرمایا ہے!

اُف رے منکر یہ بڑھا جوش تعصب آخر
بھیڑ میں ہاتھ سے کم بخت کے ایمان گیا

ایک بات اور قابل غور ہے کہ مولوی نذیر حسین دہلوی صاحب نے ''تیسیر المقال'' کی جو عربی عبارت درج کی ہے، اس کے ساتھ ہی یہ عبارت بھی عربی میں درج ہے ''وقال الملا علی القاری فی رسالة الموضوعات لا اصل لھا'' مولوی نذیر حسین دہلوی نے اگرچہ علامہ سیوطی کی عبارت کے بعد ''انتھیٰ'' لکھا ہے مگر مولوی نذیر حسین دہلوی یا فتاویٰ نذیریہ کے ناشرین نے اگلی عبارت کو اسی رسم الخط میں ساتھ ملا کر لکھا ہے، جس سے عام اُردو پڑھا آدمی اس عبارت کو تیسیر المقال کی عبارت ہی سمجھتا ہے، علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کا سن پیدائش ۸۴۹ھ اور سن وفات ۹۱۱ھ ہے، جب کہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا سن وفات ۱۰۱۴ھ ہے۔

(کحالہ، عمر رضا، معجم المؤلفین، ج ۷، بیروت، داراحیاء التراث العربی، س ن، ص ۱۰۰)

ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی کتاب ''نزھتہ الخاطر الفاتر فی ترجمہ شیخ سیدی عبدالقادر'' کے مخطوطہ موجود کتب خانہ دارالکتب المصریہ، قاہرہ کا عکس ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ میں مکتبہ قادریہ لاہور سے شائع ہوا ہے اس میں سن وفات ۱۰۱۶ھ لکھا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی وفات ۹۱۱ھ میں ہوئی تو اس وقت یعنی ایک سو پانچ سال پہلے شیخ ملا علی قاری علیہ الرحمہ پیدا بھی نہ ہوئے ہوں، تو اس وقت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی کتاب کا حوالہ کیسے دے دیا۔ کیا وہ مستقبل کا غیب جانتے تھے؟ مولوی نذیر حسین

دہلوی کے اس علمی پہیلی کا جواب غیر مقلدین ہی بہتر دے سکتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ملا علی قاری کی کتاب ''موضوعات کبیر''(عربی) عام دستیاب ہے، کراچی (پاکستان) میں اس کے دو اڈیشن ایک سادہ اور ایک تحقیق کے ساتھ شائع ہو چکا ہے، اس کے علاوہ اس کتاب کے پرانے نسخے بھی دستیاب ہیں، آپ خورد بین لگا کر دیکھ لیں آپ کو ملا علی قاری کی کتاب ''موضوعات کبیر'' میں ''لا اصل'' کے الفاظ نہیں ملیں گے، افسوس ہوتا ہے اتنے بڑے بڑے مولوی اپنے جھوٹے مذہب کو سچا ثابت کرنے کے لئے اتنا بڑا جھوٹ کیوں بولتے ہیں؟ میرے خیال میں تو رسول دشمنی اور پیٹ کے دھندے کے لئے یہ سارا کھیل کھیلا جاتا ہے۔

مولوی نذیر حسین دہلوی اپنے فتویٰ میں آگے لکھتے ہیں!

''اور محمد طاہر صاحب مجمع البحار اور علامہ شوکانی نے لکھا ہے کہ تقبیل عینین کے بارے میں جو حدیثیں آئی ہیں، وہ صحیح نہیں ہیں''۔

(دہلوی، مولوی نذیر حسین دہلوی، فتاویٰ نذیریہ، ج ۱: مطبوعہ اہل حدیث اکادمی کشمیری بازار لاہور ۱۹۷۱ء، ص ۲۴۲، ۲۴۳، کتاب الاعتصام بالسنۃ)

یہ بحث سابقہ صفحات میں گزر چکی ہے کہ علامہ محمد طاہر پٹنی گجراتی علیہ الرحمہ اور علامہ شوکانی غیر مقلد نے ان احادیث کے بارے میں ''لا یصح'' کہا ہے موضوع نہیں کہا، ہمارا تو یہ دعویٰ ہی نہیں کہ یہ صحیح ہیں، ہم تو کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں تو حسن ہیں یا ضعیف ہیں اور ضعیف حدیث فضائل میں مقبول ہے۔

مولوی نذیر حسین دہلوی پھر لکھتے ہیں!

''اسی واسطے مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے اپنے فتوے تقبیل العینین میں فرمایا کہ تقبیل عینین اگر سنت جان کر کرے تو بدعت ہے، کیونکہ حدیث صحیح اس باب میں آئمہ اربعہ ومحدثین کبار سے نہیں پائی گئی''۔

(دہلوی، مولوی نذیر حسین دہلوی، فتاویٰ نذیریہ، ج ۱: مطبوعہ اہل حدیث اکادمی کشمیری بازار لاہور ۱۹۷۱ء، ص ۲۴۳، کتاب الاعتصام بالسنۃ)

پہلی بات تو یہ ہے کہ سراج الہند مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ (۱۱۵۹۔۱۲۳۹ھ/۱۷۴۶۔۱۸۲۳ء) کے فتووں کا مجموعہ ''فتاویٰ عزیزی'' کے نام سے فارسی اور اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے، اس میں کہیں اس فتوے ''تقبیل العینین'' کا نام و نشان نہیں ہے، اگر کہیں قلمی نسخہ ان کے علم میں ہے تو اسے منظر عام پہ لایا جائے، لیکن لائیں کہاں سے، اگر یہ فتویٰ ہوتا تو یہ اسے کبھی کا شائع کر دیتے، دوسری بات یہ کہ اہل سنت تو اسے فرض واجب اور سنت سمجھتے ہی نہیں، مستحب جانتے ہیں جیسا کہ فقہاء نے اسے مستحب کہا ہے، یہ حوالہ بھی پچھلے صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

پھر لکھتے ہیں!

''اور مولانا حسن علی محدث لکھنوی نے بھی اسی طرح اپنے فتوے تقبیل العینین میں لکھا ہے کہ ان حدیثوں کا کچھ اصل نہیں، اس لئے کہ آئمہ اربعہ و محدثین متقدمین کبار سے اس کی کچھ اصل ثابت نہیں، اور جو حدیث تقبیل عینین کی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مقاصد حسنہ میں فردوس دیلمی سے نقل کی ہے، اس حدیث کے راوی مجہول ہیں، جن کا حال معلوم نہیں، کہ وہ کیسے ہیں، اور جب تک کسی حدیث کے راوی کا حال معلوم نہ ہو، وہ حدیث پایۂ اعتبار سے ساقط ہے نزدیک محدثین کے، جیسا کہ کتب اصول حدیث شرح نخبۃ اور جواہر الاصول اور تدریب الراوی وغیرہ میں مذکور ہے''۔

(دہلوی، مولوی نذیر حسین دہلوی، فتاویٰ نذیریہ، ج ۱: مطبوعہ اہل حدیث اکادمی کشمیری بازار لاہور ۱۹۷۱ء، ص ۲۴۲، کتاب الاعتصام بالسنۃ)

مولوی نذیر حسین دہلوی نے جن مولانا کا حوالہ دیا ہے، یہ مولانا مرزا حسن علی لکھنوی

(وہابی) ولد عبدالعلی لکھنؤ میں پیدا ہوئے، جب مولوی اسماعیل دہلوی (۱۱۹۳۔۱۲۴۶ھ/۱۷۷۹۔۱۸۳۱ء) کے پیر سید احمد بریلوی (۱۲۰۱۔۱۲۴۷ھ/۱۷۸۶۔۱۸۳۱ء) لکھنؤ وارد ہوئے تو مرزا حسن علی نے سید احمد کی بڑی تعظیم وتکریم کی، اپنے مکان پر دو مرتبہ دعوت دی اور چند چیزیں نذر کیں، ۲۶/صفر ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء کو فوت ہوئے۔

(رحمن علی، تذکرہ علمائے ہند: ترجمہ وتحقیق، پروفیسر محمد ایوب قادری، کراچی، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، ۱۹۶۱ء، ص ۱۶۱)

مرزا حسن علی لکھنوی نے لکھا ہے کہ آئمہ اربعہ اور محدثین متقدمین سے اس کی کچھ اصل ثابت نہیں اور جو حدیث ابوبکر صدیق مقاصد حسنہ میں فردوس دیلمی سے نقل کی ہے اس کے راوی مجہول ہیں اور محدثین کے نزدیک یہ پایہ اعتبار سے ساقط ہے، تو جناب حدیث تو موجود ہے، رہا یہ اعتراض کہ اس کے راوی مجہول ہیں یعنی نا معلوم ہیں، اس کا جواب بھی قارئین پچھلے صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ مجہول راویوں سے بھی حدیث موضوع نہیں ہوتی بلکہ زیادہ سے زیادہ ضعیف ہوگی اور ضعیف فضائل اعمال میں قابل اعتبار ہے جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں ۔ مرزا حسن علی لکھنوی اور قاضی بشیر الدین قنوجی (متوفی ۱۲۷۳ھ) ہم عصر اور ہم مسلک ہیں، ان کے اعتراضات بھی ایک جیسے ہیں۔

آگے لکھتے ہیں!

''اور کتاب فردوس دیلمی میں واہیات اور موضوعات تودہ تودہ مذکور ہیں جیسا مولانا شاہ عبدالعزیز بستان المحدثین میں فرماتے ہیں ''در کتاب فردوس دیلمی موضوعات وواہیات تودہ تودہ مذکور است انتہی کلامہ''۔

(دہلوی، مولوی نذیر حسین دہلوی، فتاویٰ نذیریہ، ج ا: مطبوعہ اہل حدیث اکادمی کشمیری بازار لاہور ۱۹۷۱ء، ص ۲۴۳، کتاب الاعتصام بالسنۃ)

مولوی نذیر حسین دہلوی کو چاہئے تھا کہ اس سے اگلی عبارت بھی ساتھ لکھ دیتے تاکہ پڑھنے والوں تک صحیح بات پہنچ جاتی، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی کتاب ''بستان المحدثین'' کی اگلی عبارت یہ ہے!

''ان کے بیٹے شہردار دیلمی، حافظ ابوموسیٰ ابن المدینی اور حافظ ابوالعلاء حسن بن احمد عطار یہ سب ان سے روایت کرتے ہیں، ۹ر رجب ۵۰۹ھ میں ان کی وفات ہوئی، ان کے بیٹے شہردار بن شیرویہ دیلمی جن کی کنیت ابومنصور ہے، علم حدیث کی معرفت اور اس کے سمجھنے میں اپنے والد سے بہتر تھے، چنانچہ سمعانی بھی ان کی فہم اور معرفت کی شہادت دیتے ہیں، نیز علم ادب اچھا جانتے تھے، پاک باز اور عابد تھے، زیادہ تر اپنی مسجد میں رہتے تھے، اکثر اوقات اسماع حدیث اور اس کے لکھنے میں مشغول رہتے تھے، طلب علم میں اپنے والد کے شریک رہے، ۵۰۵ھ میں جب انہوں نے اسفہان کا سفر کیا تو یہ بھی ہمراہ تھے اور ۵۳۷ھ میں خود تنہا بغداد گئے اور اپنے والد کی وفات کے بعد بہت سے استادوں سے علم حاصل کیا، منجملہ ان کے مکی ابن المنصور الکرخی، ابومحمد نووی، اور ابوبکر احمد بن محمد ابن الحوبۃ بھی ہیں، اور بعض دوسرے محدثین سے اجازت حاصل کی ہے، کتاب فردوس کی ترتیب اس وضع پر انہوں نے کی اور سندوں کو بڑی محنت سے فراہم کیا، جب یہ منقح اور مہذب ہو چکی تو ان کے بیٹے ابومسلم احمد بن شہردار دیلمی اور ان کے بہت سے شاگردوں نے ان سے روایت کی، ۵۵۸ھ میں شہردار دیلمی کا انتقال ہو گیا، اس خاندان کا نسب فیروز دیلمی تک پہنچتا ہے، جو صحابی تھے اور اسود عنسی (کذاب) کے قاتل تھے، ان کے بارے میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فاز فیروز (فیروز کامیاب ہوئے) فرمایا تھا''۔

(شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، بستان المحدثین: کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۹۸۴ء، ص ۱۶۲، ۱۶۳)

جب فردوس دیلمی کا یہ نسخہ منقح اور مہذب کیا ہوا ہے تو فضائل و اعمال میں اس کی احادیث قابل قبول ہیں۔ ایک اور افسوس ناک بات بھی ہے۔ احقر نے یہ بات ایک معاصر عالم دین سے سنی کہ ''میں نے امام دیلمی علیہ الرحمہ کی کتاب ''مسند الفردوس'' سعودی عرب سے اسی لئے خریدی کہ اس میں انگلیوں کے پورے چومنے والی حدیث ہے، مگر افسوس کہ مرتبین اور شائع کرنیوالوں نے وہ حدیث نکال دی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولوی نذیر حسین دہلوی آگے لکھتے ہیں!

''اور شیخ زادہ شارح وقایہ کا لکھنا اور فتاویٰ میں ذکر آنا اس کا معتبر اور مقبول نہیں، جب تک حدیث آئمہ اربعہ اور محدثین متقدمین کبار مثل صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور ترمذی اور ابوداؤد ونسائی وابن ماجہ اور مسند دارمی اور مسند شافعی ومسند ابوداؤد الطیالسی ومسند امام اعظم ومسند امام احمد ومسند ابویعلی موصلی ومسند ابوعوانہ وسنن کبریٰ بیہقی کہ دس جلد میں ہے ومسند مسلم وسنن سعید بن منصور ومصنف عبدالرزاق ومصنف ابوبکر بن ابی شیبہ وغیرہ میں راویان ثقات معتبرین سے نہ پائی جاوئے قابل تمسک اور عمل کے نہیں، جیسا کہ کتب اصول حدیث وغیرہ میں مذکور ہے، اور ظاہر ہے کہ حدیث تقبیل العینین کی کتب مذکورہ بالا میں منقول ومذکور نہیں ہیں، اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ جو حدیث میری مسند میں نہ پائی جاوے، وہ حدیث قابل حجت کے نہیں، اور مدار حدیث کا اوپر نقل محدثین نقاد کی کتب معتبر معمول بہ میں ہے کہ صدر اول سے لے کر آخر تک مشہور ہوئی ہو، اور حدیث تقبیل العینین کی صدر اول اور ثانی اور ثالث میں نہیں پائی گئی، اگر پائی جاتی تو محدثین کی کتب مرقومہ بالا میں مذکور ہوتی، اور مسند رویانی میں بھی اکثر واہیات مذکور ہیں، جیسے کہ موضوعات کبیر وتذکرہ نورالدین سے واضح ہوتا ہے، و جناب مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ در رسالہ عجالہ نافعہ می فرمایند

کہ! (ترجمہ در حاشیہ)

''شاہ عبدالعزیز'' عجالہ نافعہ'' میں فرماتے ہیں، قبول حدیث کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ نقادان حدیث اس کتاب کو معتبر سمجھیں اور صاحب کتاب کے حدیث کے متعلق فیصلہ کو صحیح سمجھیں، فقہاء اس سے تمسک کریں اور کوئی اختلاف وانکار نہ کریں، چوتھے طبقہ کی وہ حدیثیں ہیں جن کا قرون اولیٰ میں نام ونشان نہ تھا، اور پچھلے لوگوں نے ان کو روایت کیا، یہ دو حال سے خالی نہیں ہے، یا تو سلف صالحین کو اس کا کوئی اصل نہ ملا کہ ان کی روایت میں مشغول ہوتے، یا اگر کوئی اصل ملا تو اس میں ایسی علتیں دیکھیں کہ ان کو چھوڑ دیا، دونوں صورتوں میں یہ روایتیں قابل اعتماد نہیں ہیں، اور اس قسم کی حدیثیں کئی کتابوں میں پائی جاتی ہیں، جن میں سے ابن حبان کی کتاب الضعفاء اور حاکم وفردوس دیلمی کی تصانیف ہیں''۔

(دہلوی، مولوی نذیر حسین دہلوی، فتاویٰ نذیریہ، ج ۱، ص ۲۴۴)

مولوی نذیر حسین دہلوی صاحب نے لکھا ہے کہ '' شیخ زادہ اور شارح وقایہ کا لکھنا اور فتاویٰ میں ذکر آنا اس کا معتبر اور مقبول نہیں'' اب فتاویٰ نذیریہ میں وہ سوال ہی درج نہیں جس میں شیخ زادہ اور شارح وقایہ کی عبارت ہو، لہذا مولوی نذیر حسین کے فتویٰ کے اگلے حصہ پر بات کرتے ہیں، مولوی صاحب کی اگلی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو حدیث مشہور و معتبر کتابوں میں درج ہو وہی قابل عمل ہے اور جو حدیث غیر مشہور کتابوں میں ہو قابل عمل نہیں ہے، اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے امام دیلمی کی کتاب ''فردوس'' کو طبقہ اربعہ (چوتھے طبقہ) کی کتابوں میں شمار کیا ہے اور اس طبقہ کی احادیث قابل اعتماد نہیں۔ مولوی نذیر حسین کے فتویٰ کا اگلا حصہ ہماری بحث سے متعلقہ نہیں اس میں مٹی کے ڈھیلوں پر قل ہواللہ پڑھ کر قبر میں رکھنے کے متعلق بحث ہے فتاویٰ نذیریہ کے اگلے صفحہ ۲۴۵ پر یہ فتویٰ ختم ہو جاتا ہے، لہذا ہم اپنے متعلقہ حصہ کی عبارت کا ہی جواب دیتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث کو محدث حافظ ابو شجاع شیرویہ بن شہردار دیلمی شافعی ہمدانی علیہ الرحمہ (متوفی ۵۰۹ ھ) نے اپنی کتاب ''فردوس الاخبار'' میں روایت کیا ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''عجالہ نافعہ'' میں فرماتے ہیں کہ حدیث کی کتاب ''فردوس دیلمی'' یہ طبقہ رابعہ کی کتاب ہے (یعنی احادیث کی کتابوں میں یہ کتاب چوتھے درجہ کی کتابوں میں شمار کی جاتی ہے) اس کی حدیثیں اس قابل نہیں کہ کسی عقیدہ عمل (یعنی عقائد و احکام) کے ثبوت کے لئے انہیں دلیل بنایا جائے۔

(دہلوی، شاہ عبدالعزیز، محدث، عجالہء نافعہ، کراچی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، ۱۳۸۳ھ/ ۱۹۶۴ء، ص ۵)

پہلی بات یہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ (پ ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء۔ف ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء) نے اپنی کتاب ''حجتہ اللہ البالغہ'' میں کتب احادیث کے طبقات لکھے، آپ سے پہلے کسی عالم دین نے کتب احادیث کو طبقات میں تقسیم نہیں کیا، یہ لوگ غیر مقلد کہلانے کے باوجود اتنی اندھی تقلید کرتے ہیں کہ مکھی پہ مکھی مارتے چلے جاتے ہیں، حق بات یہ ہے کہ حدیث کی صحت کا دارومدار راویان حدیث پر ہے نہ کہ طبقات کتب حدیث پر، کسی حدیث کے راوی معتبر ہوں تو وہ حدیث کسی بھی کتاب میں ہو، معتبر ہوگی ۔مولوی نذیر حسین دہلوی نے جو یہ لکھا ہے کہ جو حدیث مشہور کتابوں میں نہ ہو وہ معتبر نہیں، مولوی صاحب کی یہ بات درست نہیں، غیر مقلدین نماز میں سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں، یہ ضعیف حدیث کتاب ''صحیح ابن خزیمہ'' میں درج ہے، کتاب ''صحیح ابن خزیمہ'' عام لوگوں میں مشہور نہیں ہے، مولوی نذیر حسین دہلوی نے بھی اپنے فتویٰ میں جن کتابوں کے نام لکھے ہیں، ان میں بھی اس کتاب کا نام نہیں لکھا، تو پھر غیر مقلدین اس حدیث پر عمل کیوں کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ کسی حدیث کا کتب طبقہ رابعہ سے ہونا، اس حدیث کے ضعیف یا موضوع ہونے کی علامت نہیں، ان میں حسن، صحیح، صالح، ضعیف، باطل ہر قسم کی حدیثیں ہیں۔

حدیثوں کے اختلاط وعدم بیان کی وجہ سے جمہور محدثین کی عادت ہے کہ وہ ضعف قلیل کا احتمال کہہ دیتے ہیں، لہذا غیرناقد کو کلمات ناقدین کے مطالعہ کے بغیر ان احادیث سے عقائد واحکام کے مسائل بیان نہیں کرنے چاہئیں، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے قول!

''ایں احادیث قابل اعتماد نیستند کہ دراثباتِ عقیدہ یا عملی بآنہا تمسک کردہ شود''۔

(دہلوی، شاہ عبدالعزیز، محدث، عجالہء نافعہ، کراچی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، ۱۳۸۳ھ/ ۱۹۶۴ء، ص ۵)

ترجمہ۔ یہ احادیث قابل اعتماد نہیں ہیں کہ ان سے عقیدہ وعمل میں استدلال کیا جاسکے۔) کا یہی مطلب ہے، کیونکہ حضرت شاہ صاحب اسی بحث میں آگے چل کر فرماتے ہیں!

''واستنباطِ احکام از آنہا لاطائل می نمایند''۔

(دہلوی، شاہ عبدالعزیز، محدث، عجالہء نافعہ، کراچی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، ۱۳۸۳ھ/ ۱۹۶۴ء، ص ۶)

ترجمہ۔ان سے احکام کا استنباط کرنا مفید کام نہیں۔

خود شاہ صاحب اثباتِ عقیدہ وعمل یعنی احکام کا انکار فرمارہے ہیں اور شاہ صاحب کی یہ بات ان احادیث کے فضائل اعمال میں قابل قبول ہونے کے منافی نہیں ہے، کیونکہ فضائل کے بارے میں کسی ضعیف حدیث سے استناد کرنا کسی عقیدہ یا عمل کے لئے استدلال کرنا نہیں ہے، شاہ صاحب کی اس بات کا ہمارے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں۔

بعض کم علم لوگ حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی عبارت میں ''عقیدہ وعمل'' کے الفاظ دیکھتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ جناب! شاہ صاحب عقیدہ کے ساتھ عمل کا نام بھی لے رہے ہیں اور تم یہ عمل ہی کرتے ہو اور کیا کرتے ہو؟۔

عقیدہ وعمل میں، عمل سے احکام ہی مراد ہیں جیسے کہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی اپنی

وضاحت اوپر گزر چکی ہے، شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ ایسی احادیث سے عقائد اور حلال حرام وغیرہ کے مسائل میں استدلال نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ عقائد و احکام میں تو صحیح احادیث ہی کام دیتیں ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے خطیب بغدادی اور ابونعیم کی تصانیف کو طبقہ رابعہ میں شمار کیا ہے۔

(دہلوی، شاہ عبدالعزیز، محدث، عجالہء نافعہ، کراچی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، ۱۳۸۳ھ/ ۱۹۶۴ء، ص ۵،۶)

شاہ صاحب ''بستان المحدثین'' میں امام ابونعیم کی نسبت فرماتے ہیں!

''از نوادر کتب او کتاب حلیۃ الاولیاست کہ نظیر آں در اسلام تصنیف نشدہ''۔

(دہلوی، شاہ عبدالعزیز، محدث، بستان المحدثین: ص ۱۱۵)

ترجمہ۔ ان کی تصانیف میں سے حلیۃ الاولیاء ایسے نوادرات میں سے ہے جس کی مثل اسلام میں آج تک کوئی کتاب تصنیف نہ ہوئی۔

بستان المحدثین میں خطیب بغداد (متوفی ۴۶۳ھ) کی تصانیف کے متعلق لکھتے ہیں!

''کتاب اقتضاء العلم والعمل از تصانیف خطیب است بسیار خوب کتابے است در باب خود''۔

(دہلوی، شاہ عبدالعزیز، محدث، بستان المحدثین: ص ۱۶۹)

ترجمہ۔ خطیب بغدادی کی کتب میں اقتضاء العلم والعمل اپنے فن میں بہت سی خوبیوں کی حامل ہے۔

بستان المحدثین ہی میں تصانیف امام خطیب بغدادی کے بارے میں لکھتے ہیں!

''التصانیف المفیدۃ التی بضاعۃ المحدثین وعروتھم فی فنھم''۔

(دہلوی، شاہ عبدالعزیز، محدث، بستان المحدثین: ص ۱۸۸)

ترجمہ۔فائدہ بخش تصنیفیں کہ فن حدیث میں محدثین کے لئے سرمایہ معلومات کا کام دیتی ہیں۔

دیکھئے کہاں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا ان طبقہ اربعہ کی کتابوں سے یہ حسن اعتقاد اور کہاں مولوی نذیر حسین دہلوی کا حضرت شاہ صاحب کے کلام کا غلط مطلب نکالنا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں اسی طبقہ رابعہ کے نسبت لکھتے ہیں!

''اصلح ھذہ الطبقۃ ما کان ضعیفا متحملا''۔

(دہلوی، شاہ ولی اللہ، محدث، حجۃ اللہ البالغہ، ج ا، لاہور، مکتبہ سلفیہ، ص ۱۳۵)

ترجمہ۔یعنی اس طبقہ کی احادیث میں صالح تر وہ حدیثیں ہیں جن میں ضعف قلیل قابل تحمل ہو۔

ظاہر ہے کہ ضعف قلیل والی حدیثیں فضائل میں بالاجماع مقبول کافی ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کا یہ حکم بھی انفرادی ہے ورنہ ان میں بھی بہت سی احادیث صحیح و حسن ملیں گی۔

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین'' میں لکھتے ہیں!

''جب علم حدیث دیلمی، خطیب اور ابن عساکر کے طبقہ تک پہنچا تو انہوں نے دیکھا کہ متقدمین علماء نے ایسی احادیث جو صحیح اور حسن تھیں کو محفوظ کر دیا، لہذا انہوں نے ایسی احادیث جمع کیں جو ضعیفہ و مقلوبہ تھیں، جنہیں اسلاف نے عمداً ترک کیا تھا، ان کے جمع کرنے سے غرض یہ تھی کہ حفاظ محدثین ان میں غور تامل کر کے موضوعات کو حسن لغیرہ سے ممتاز کر دیں گے، جیسا کہ اصحاب مسانید نے تمام طرقِ حدیث کو جمع کیا تا کہ حفاظ حدیث صحیح، حسن اور ضعیف کو ایک

دوسرے سے ممتاز کردیں، دونوں فریقوں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق اور کامیابی عطا فرمائی، بخاری، مسلم، ترمذی اور حاکم احادیث میں امتیاز کرتے ہوئے ان پر صحیح، حسن ہونے کا حکم لگایا، اور متاخرین نے خطیب اور ان کے طبقہ کے لوگوں کی احادیث میں تصرف کیا اور حکم لگایا، ابن جوزی نے موضوعات کو الگ کیا، امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں حسن لغیرہٖ، ضعیف اور منکر سے ممتاز کیا، خطیب اور ان کے طبقہ کے لوگوں نے اپنی کتب کے مقدمات میں ان مقاصد کی تصریح کی ہے، اللہ تعالیٰ ان تمام کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے''۔

(دہلوی، شاہ ولی اللہ، محدث، قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، لاہور، مکتبہ سلفیہ ،ص ۲۸۲)

دیکھئے حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ نے کیسی تصریح فرمائی ہے کہ کتب طبقہ رابعہ میں نہ صرف ضعیف متحمل حدیثیں ہیں بلکہ حسن لغیرہٖ احادیث بھی موجود ہیں، جو کہ بلا شبہ خود احکام میں حجت ہیں، اور فضائل میں معتبر ہونے میں شبہ کی کیا بات ہوسکتی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں ''تفسیر عزیزی'' اور '' تحفہ اثنا عشریہ'' میں طبقہ رابعہ کی احادیث سے استدلال کیا ہے، اب یا تو حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ معاذ اللہ خود اپنا کلام نہ سمجھے یا یہ خوف خدا سے بے خوف معترضین تحریف معنوی کر کے احادیث طبقہ رابعہ کو مہمل و معطل قرار دے کر حضرت شاہ صاحب کے سر تھونپ رہے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ تفسیر عزیزی میں آخر سورۃ فاتحہ میں لکھتے ہیں!

فارسی سے ترجمہ۔''ابو نعیم اور دیلمی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں قرآن کی دوسری

سورۃ کافی نہ ہو وہاں فاتحہ کافی ہے‘‘۔

(دہلوی، شاہ عبدالعزیز، محدث، تفسیر عزیزی، لال کنواں دہلی، ص ۵۹)

یہیں اور روایات بھی ابن عساکر وابو شیخ وابن مردویہ ودیلمی وغیرہ ہم جن کی کتابیں طبقہ اربعہ میں شمار ہیں سے تفسیر عزیزی میں مذکور ہیں۔مزید لکھتے ہیں!

فارسی سے ترجمہ۔’’ثعلبی نے شعبی سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے شعبی کے پاس آکر شکایت کی کہ مجھے درد گردہ ہے، انہوں نے فرمایا تو اساس القرآن پڑھ کر درد کی جگہ پر دم کر، اس نے عرض کیا کہ اساس القرآن کیا ہے؟ فرمایا سورۃ الفاتحہ‘‘۔

(دہلوی، شاہ عبدالعزیز، محدث، تفسیر عزیزی، لال کنواں دہلی، ص ۵۹)

تفسیر عزیزی سورۃ بقرہ، ذکر بعض خواص سور وآیات میں ہے!

فارسی سے ترجمہ۔’’ابن نجار نے اپنی تاریخ میں محمد بن سیرین سے روایت کیا کہ ایک حدیث میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سنی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو تینتیس آیات پڑھے گا اسے کوئی درندہ اور ڈاکو نقصان نہیں دے گا‘‘۔

(دہلوی، شاہ عبدالعزیز، محدث، تفسیر عزیزی، لال کنواں دہلی، ص ۹۴)

تفسیر عزیزی ہی میں ہے!

’’ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا کہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان نصاریٰ کے بارے میں سوال کیا، الحدیث‘‘۔

(دہلوی، شاہ عبدالعزیز، محدث، تفسیر عزیزی، لال کنواں دہلی، ص ۲۷۱)

تفسیر عزیزی آخر سورۃ واللیل میں ہے!

''حافظ خطیب بغدادی، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اقدس میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا ابھی ایک شخص آئے گا کہ میرے بعد اس سے بہتر شخص اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں فرمایا، اس کی شفاعت روز قیامت اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی طرح ہوگی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے''۔

(دہلوی، شاہ عبدالعزیز، محدث، تفسیر عزیزی، لال کنواں دہلی، ص ۳۰۶)

تفسیر عزیزی ہی میں حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ بحق حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبول ہونے کا واقعہ طبرانی معجم صغیر، حاکم، ابونعیم، اور بیہقی کے حوالے سے درج ہے۔

(دہلوی، شاہ عبدالعزیز، محدث، تفسیر عزیزی، ج ۱، : کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۳۹۷ھ، ص ۳۳۹)

ان حوالوں میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے ابونعیم، دیلمی، ابن جریر، خطیب بغدادی، ابوشیخ، ابن نجار سے روایات نقل کی ہیں، جب کہ ان حضرات کی کتابیں طبقہ اربعہ میں شمار کی گئی ہیں، معلوم ہوا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے نزدیک فضائل اعمال میں طبقہ اربعہ کی احادیث قابل قبول ہیں مگر عقائد واحکام میں نہیں، جیسا کہ انہوں نے خود اپنی کتاب ''عجالہ نافعہ'' میں وضاحت کردی ہے۔

فتاویٰ نذیریہ میں اسی مسئلہ پر دوسرے فتوے کا سوال اور جواب ملاحظہ فرمائیں!

سوال۔ بعض لوگ ناواقف علم حدیث جن کو صحیح اور سقیم اور ضعیف اور موضوع اور غیر موضوع میں کچھ امتیاز نہیں ہے، مؤذن سے اشھد ان محمدا رسول اللہ کے سننے کے وقت انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگاتے ہیں اور اس فعل کو چند احادیث

کتب طبقہ رابعہ سے حجت لا کر سنت جانتے ہیں، اس باب میں کتب معتبرہ سے جو صاف صاف حکم ہوارشاد فرماویں، بینوا توجروا۔

الجواب۔ اس مقدمہ مذکور میں جتنی حدیثیں کہ مذکور ہیں، ان میں سے ایک بھی صحیح وثابت نہیں، اور نہ ان کا کسی معتمد کتاب میں پتہ ونشان پایا جاتا ہے، محققین ونقاد احادیث نے ان سب احادیث میں کلام کر کے تصریح غیر صحیح اور موضوع ہونے کی کر دی ہے، تفصیل اس اجمال اور تشریح اس مقال کی یہ ہے کہ اول تو یہ سب حدیثیں کتب احادیث طبقہ اربعہ سے ہیں، اور اس طبقہ کی احادیث اس قابل نہیں کہ کسی عقیدہ اور عمل کے ثابت کرنے میں ان پر اعتماد کیا جاوے اور ان کو متمسک بہ ٹھہرایا جاوے، چنانچہ مولا شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ عجالہ نافعہ میں ارشاد فرماتے ہیں!

”طبقہ رابعہ احادیثے کہ نام ونشان آنہا درقرون سابقہ معلوم نہ بود ومتاخرین آنرا روایت کردہ اند، پس حال آنہا از دوشق خالی نیست یا سلف تفحص کردند آنہا را اصلے نہ یافتند تا مشغول بروایت آنہا می شدند یا یافتند دوران قدحے وعلتے دیدند کہ باعث شد ہمہ آنہا را بر ترک روایت آنہا علی کل تقدیر این احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عمل بآنہا کردہ شود“ انتہی کذا فی بصارۃ العینین۔

(ترجمہ) چوتھے طبقہ کی وہ حدیثیں ہیں جن کا پہلے زمانہ میں نام ونشان نہ تھا اور متاخرین نے ان کو روایت کیا ہے، ان کا حال دوحیثیتوں سے خالی نہیں ہے، یا تو سلف نے ان کو پرکھا اور ان کا کوئی اصل نہ مل سکا کہ ان کی روایت کرتے، یا کوئی اصل تو تھا لیکن ان میں ایسے نقص دیکھے کہ ان کو چھوڑ دینا ہی مناسب معلوم ہوا، بہرحال وہ حدیثیں کسی طرح بھی اس قابل نہ تھیں کہ ان پر عقیدہ وعمل کی

بنیاد رکھی جاتی۔انتہی کذا فی بصارۃ العینین۔

(دہلوی، مولوی نذیر حسین، فتاویٰ نذیریہ، ج ۱، ص ۲۴۶-۲۴۵)

مولوی نذیر حسین دہلوی صاحب کے اس فتوے میں پہلے تو سوال ہی میں جھوٹا الزام ہے کہ انگوٹھے چومنے والے اسے سنت جانتے ہیں، اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے کہ اہل سنت اس فعل کو نہ فرض جانتے ہیں، نہ واجب جانتے ہیں اور نہ سنت جانتے ہیں، صرف مستحب جانتے ہیں جس کے ترک پر کوئی گناہ نہیں، اگر کوئی کرے تو اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کی تعظیم کرنے کا ثواب ملے گا، فتویٰ نویسی اور انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ مولوی نذیر حسین کو چاہیئے تھا کہ اہل سنت کے مسلک کی وضاحت کرتے لیکن مولوی صاحب اور ان کے ماننے والے کبھی بھی مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ یا علمائے اہل سنت کی کتابوں کو ہاتھ لگانا تو درکنار کبھی ان کی طرف دیکھتے بھی نہیں، مطالعہ کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔

اب آیئے مولوی صاحب کے جواب کی طرف، مولوی صاحب جواب میں لکھتے ہیں کہ اس بارے میں جتنی حدیثیں ہیں ان میں ایک بھی صحیح و ثابت نہیں اور نہ ان کا کسی معتمد کتاب میں نام ونشان ہے، محققین اور ناقدین نے ان کے غیر صحیح اور موضوع ہونے کی تصریح کر دی ہے۔مولوی صاحب یا ان کے ہم مسلک بتائیں کہ کون سے محدثین نے یہ حدیثیں لکھ کر ان کو موضوع کہا ہے، لا یصح تو کہا مگر کسی نے موضوع نہیں کہا، ان میں غیر مقلدین کے امام شوکانی اور ناصر البانی دمشقی بھی ہیں، مولوی صاحب، شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی کتاب عجالہ نافعہ کے حوالے سے آگے لکھتے ہیں کہ یہ حدیثیں طبقہ رابعہ سے ہیں اور یہ اس قابل نہیں کہ اس طبقہ کی احادیث پر عقیدہ و عمل ثابت کرنے میں اعتماد کیا جائے۔اس اعتراض کا مفصل جواب آپ اوپر پڑھ چکے ہیں، مولوی نذیر حسین دہلوی نے یہ جواب مولوی بشیر الدین قنوجی غیر مقلد کی کتاب ''بصارۃ العینین'' سے نقل کیا ہے، جیسا کہ فتوے میں شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی عبارت کے بعد ''کذا فی بصارۃ العینین'' لکھا ہے، جو کہ جعلی عبارتیں گھڑنے میں اپنا ثانی نہیں

رکھتا تھا۔ مولوی نذیر حسین فتویٰ میں مسلسل آگے لکھتے ہیں!

"دوسرے یہ کہ علامہ شمس الدین ابوالخیر محمد بن وجیہ الدین عبدالرحمن سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اور شیخ الاسلام مترجم بخاری اور حسن بن علی ھندی اور ابن ربیع شافعی اور زرقانی مالکی اور محمد طاہر فتنی حنفی نے ان احادیث کو لایصح لکھا ہے اور لفظ لایصح کا بمعنی ثابت نہ ہونے کے آتا ہے، چنانچہ علامہ محمد طاہر پٹنی نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے قولنا لم یصح لا یلزم منہ اثبات العدم وانما ھو اخبار عن عدم الثبوت انتہی یعنی قول ہمارا لایصح نہیں لازم آتا ہے اس سے اثبات نہ ہونے کا، اور نہیں ہے وہ قول مگر خبر دیتا ہے نہ ثابت ہونے سے"۔

(دہلوی ، مولوی نذیر حسین، فتاویٰ نذیریہ، ج ا، ص ۲۴۶)

مولوی نذیر حسین دہلوی صاحب لکھتے ہیں ہے کہ علامہ سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اور شیخ الاسلام مترجم بخاری، حسن بن علی ھندی (غالباً مولوی حسن علی لکھنوی غیر مقلد) ابن ربیع شافعی، زرقانی مالکی، محمد طاہر فتنی حنفی نے ان احادیث کو لایصح لکھا ہے۔ تو عرض ہے کہ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر لایصح لکھا ہے تو اس کا مطلب موضوع تو نہیں۔

اسی مذکورہ عبارت میں آگے لکھتے ہیں کہ "اور لفظ لایصح کا بمعنے ثابت نہ ہونے کے آتا ہے"، چنانچہ علامہ محمد طاہر پٹنی نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے قولنا لم یصح لا یلزم منہ اثبات العدم وانما ھو اخبار عن عدم الثبوت انتہی یعنی قول ہمارا لایصح نہیں لازم آتا ہے اس سے اثبات نہ ہونے کا، اور نہیں ہے وہ قول مگر خبر دیتا ہے نہ ثابت ہونے سے۔

ہم سابقہ اوراق میں کتاب مجمع بحار الانوار سے علامہ طاہر محمد طاہر پٹنی کی مکمل عبارت اور اس کا ترجمہ نقل کر آئے ہیں، اس عبارت کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ لم یصح یا لایصح کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا وجود ہی ثابت نہیں بلکہ اس کا مطلب تو صرف اتنا ہے کہ اس حدیث کا درجہ صحت پر ہونا ثابت نہیں۔ مولوی صاحب کو آسان مفہوم لکھنا چاہیے تھا۔

آگے لکھتے ہیں!

''درفردوس از حدیث ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ آوردہ کہ وے چوں می شنید قول مؤذن اشہدان محمدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وگفت ہم چنین وبوسید باطن انملہ دوانگشت سبابہ راومسح کردبدان دوچشم خودرا پس فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسے کہ بکند مانند تو شفاعت بردواجب شدہ واز حسن بن علیؓ آرند ہر کہ بگوید نزد سماع این کلمہ از مؤذن مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بوسد دوابہام خود ماوبگرداند آنزا بردوچشم خود نابینا وردچشم نہ شود ہر گز صحیح نہ شدہ نزد محدثین چیزے ازاں انتہے''۔

ترجمہ۔ مسند فردوس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ جب وہ مؤذن سے اشہدان محمدا رسول اللہ سنتے تو اپنی دونوں سبابہ انگلیوں کے پوروں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر لگاتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی تیری طرح کرے گا، اس کے لئے شفاعت واجب ہو جائے گی، اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو آدمی مؤذن سے یہ کلمہ سن کر کہے مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبداللہ اور اپنے انگوٹھوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر پھیرے تو وہ کبھی نابینا نہ ہوگا اور نہ کبھی اس کی آنکھیں دکھیں گی اور محدثین کے نزدیک یہ دونوں روایتیں قطعاً ثابت نہیں ہیں۔

(دہلوی ، مولوی نذیر حسین، فتاویٰ نذیریہ، ج۱، ص۲۴۶)

مولوی صاحب نے فتویٰ میں صرف شیخ الاسلام لکھا، یہ نہیں لکھا کہ یہ شیخ الاسلام مترجم بخاری کون ہیں، اور جو فارسی عبارت لکھی ہے، اس میں لفظ ہیں ''ہر گز صحیح نہ شدہ'' ترجمہ میں لکھا ''قطعاً ثابت نہیں''، بعض لوگ ''ثابت نہیں'' کے الفاظ دیکھ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ثابت نہیں سے مراد ہے کہ یہ حدیث ہی ثابت نہیں، تو قارئین یہ بات یاد رکھیں کہ ''ثابت نہیں'' سے مراد

’’صحیح نہیں‘‘ ہوتا ہے۔ بہ ہر حال اس عبارت سے یہی ثابت ہوا کہ یہ حدیثیں صحیح نہیں، موضوع تو پھر بھی ثابت نہ ہوئیں۔

آگے لکھتے ہیں!

’’اور حسن بن علی ہندی صاحب سبیل الجنان نے تعلیقات مشکوٰۃ المصابیح میں لکھا ہے کل ماروی فی وضع الا بھامین علی العینین عند سماع الشھادۃ من المؤذن لم یصح انتھی یعنی جو کچھ روایت کیا گیا ہے، مؤذن سے رکھنے انگوٹھوں میں آنکھوں پر وقت سننے کلمہ شہادت کے ثابت نہیں ہوا۔‘‘

(دہلوی ، مولوی نذیر حسین، فتاویٰ نذیریہ، ج ۱، ص ۲۴۷)

مولوی حسن بن علی ہندی غیر مقلد نے ’’لم یصح‘‘ لکھا ہے، بہ ہر حال موضوع ہونا ثابت نہ کر سکے۔

مولوی نذیر حسین دہلوی آگے لکھتے ہیں!

’’اور محمود احمد عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں بیچ باب مایقول اذا سمع المنادی کے لکھا ہے یجب علی السامعین ترک عمل غیر الاجابۃ انتھی ملخصا یعنی اذان کے سننے والوں پر ہر کام چھوڑ دینا اور جواب دینا واجب ہے، اور یہ بھی شرح مذکور کے اس باب میں لکھا ہے، ینبغی ان لا یتکلم السامع فی خلال الاذان والاقامۃ ولا یقرأ القرآن ولا یرد السلام ولا یشغل بشئ من الاعمال سوی الاجابۃ انتھی ،یعنی لائق یہ ہے کہ نہ کلام کرے سننے والا درمیان اذان اور اقامۃ کے اور نہ پڑھے قرآن اور نہ سلام کرے اور نہ جواب سلام کا دے اور نہ مشغول ہو ساتھ کسی عمل کے سوا جواب دینے اذان کے‘‘۔

(دہلوی ، مولوی نذیر حسین، فتاویٰ نذیریہ، ج ۱، ص ۲۴۷)

علامہ عینی (پ ۷۶۲ھ۔ف ۸۵۵ھ) نے جو کچھ لکھا ہے کہ اذان سنتے وقت ہر کام

چھوڑ کر اذان کا جواب دینا چاہئے، اہل سنت کب اس کے منکر ہیں، انگوٹھے چومنے کے عمل کو فقہاء نے اذان کے جواب ہی میں شامل کیا ہے، جیسا کہ ابتداء میں ہم نقل کر آئے ہیں۔

مولوی نذیر حسین آگے لکھتے ہیں!

''اور محمد یعقوب بنانی نے خیر جاری شرح صحیح بخاری میں بعد نقل عبارت عینی کے لکھا ہے و اعلم انه یستفاد من کلام العینی المذکور فیه منع وضع الابهامین علی العینین عند سماع اشهد ان محمدا رسول اللہ یعنی جان تو تحقیق مستفاد ہوتا ہے کلام عینی سے جو یہاں مذکور ہے منع ہونا رکھنے انگوٹھوں کا آنکھوں پر وقت سننے اشھد ان محمد رسول اللہ کے، اور علامہ ابو اسحاق بن عبد الجبار کابلی نے شرح رسالہ عبد السلام لاہوری میں لکھا ہے قد تکلموا فی احادیث وضع الابهامین علی العینین فلم یصح شئی منها بروایة ضعیفه ایضا صرح بعضهم بوضع کلها انتهی یعنی تحقیق کلام کیا ہے علمائے محدثین نے حدیثوں میں رکھنے انگوٹھوں کے آنکھوں پر، پس ثابت نہیں ہوا ہے کچھ ان میں سے ساتھ روایت ضعیفہ کے بھی اور اسی واسطے تصریح کی ہے بعض محدثین نے ساتھ موضوع ہونے کل ان احادیث کے، چنانچہ امام ابوالحسن عبد الغافر فارسی صاحب مفہم شرح صحیح مسلم اور مجمع الغرائب نے کتاب اقوال الاکاذیب میں لکھا ہے، بعد نقل احادیث فردوس دیلمی کے جو اس باب میں وارد ہیں لکھا ہے والروایات فی هذا الباب کثیرة لا اصل لها بسند ضعیف ایضا و قال ابو نعیم الاصفهانی ماروء فی ذلک کله موضوع انتهی، یعنی روایات چومنے انگوٹھے اور ان کے آنکھوں پر رکھنے کی بہت ہیں، مگر نہیں ہے کچھ اصل ان کی سند ضعیف سے بھی، اور فرمایا حافظ ابونعیم اصفہانی نے کہ اس میں جو روایت کیا گیا ہے، سب موضوع ہے۔

اورامام جلال الدین سیوطی نے کتاب تیسیر المقال میں لکھا ہے والاحادیث التی رویت فی تقبیل الانامل وجعلھا علی العینین عند سماع اسمہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المؤذن فی کلمۃ الشھادۃ کلھا موضوعات انتھی، یعنی جو حدیثیں مؤذن سے کلمہ شہادت سننے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر انگلیاں چومنے اور پھران کے آنکھوں پر پھیرنے کے بارہ میں روایت کی گئی ہیں سب موضوع ہیں ،اورایسا ہی امام مذکور نے کتاب الدرۃ المنتشر ہ فی احادیث المنتشر ہ میں لکھا ہے ،انتھی مافی بصارۃ العینین ملخصاً مختصراً۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ علمائے محدثین معتبرین کے نزدیک فعل مذکور ثابت و صحیح نہیں ہوا، اور کل احادیث جو اس باب میں مذکور ہیں سب موضوع ہیں اور فعل مذکور ہرگز ہرگز سنت و مستحب نہیں ہے، بلکہ بدعت وممنوع ہے، چنانچہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتویٰ میں ارقام فرماتے ہیں!

’’دروقت اذان سوائے جواب کلمات اذان چیزے ثابت نہ شدہ ودروقت ذکر نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوائے فرستادن درود سلام بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیز چیزے دیگر ثابت نہ شدہ واین عمل را روے احادیث معتبرہ در زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وشمانہ خلفائے راشدین نبودہ، پس این عمل را بوقت اذان یا بوقت شنیدن نا،آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنت یا مستحب دانستہ کردن بدعت است وازین امر احتراز باید وآنچہ در بعضے کتب فقہ نویسند آن کتب چندان اعتبار ندارند انتھی بلفظہٖ ملخصاً۔

اور محدث لکھنوی مرزا حسن علی صاحب بھی اپنے فتویٰ میں اسی طرح لکھتے ہیں کہ ’’این عمل ممنوع است، واز قبیل بدعت، وآنچہ درین باب حدیثے از جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درعمل کردن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نقل کنند موضوع

است کذا ذکرہ الشیخ جلال الدین السیوطی وغیرہ من المحدثین وبحسب روایات فقہ معتبرہ ہم اصلا ثبوت ندارد انتہی بلفظہ ہٰکذا فی بصارۃ العینین، واللہ اعلم بالصواب، حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔

(دہلوی ، مولوی نذیر حسین، فتاویٰ نذیریہ، ج۱، ص ۲۴۸، ۲۴۹)

فتاوی نذیریہ میں اس سے آگے بھی دو تین صفحوں پر ایک فتویٰ درج ہے مگر اس میں بھی یہی سابقہ حوالے دیئے گئے ہیں، لہٰذا اِسے دہرانے کی ضرورت نہیں۔

الخیر الجاری شرح صحیح بخاری

فتویٰ میں جن کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں، اِن میں سے "الخیر الجاری شرح صحیح بخاری" (باب الاذان) مخطوطہ، ص ۱۷۸۔ راقم الحروف نے انٹرنیٹ سے تلاش کر کے ڈاؤن لوڈ کیا ہے، اس عبارت میں علامہ محمد یعقوب بنانی نے یہ لکھا ہے کہ "علامہ عینی کے کلام سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اذان میں اشہدان محمد رسول اللہ سن کر انگوٹھے چومنا منع ہے، یہ یعقوب بنانی کا اپنا تبصرہ ہے، علامہ بدرالدین عینی حنفی نے نہیں لکھا، علامہ عینی نے فرمایا ہے کہ سب کام چھوڑ کر اذان کے کلمات کا جواب دیں، اہل سنت اس پر عمل کرتے ہیں اور انگوٹھے چوم کر دُرود شریف بھی پڑھتے ہیں۔

شرح رسالہ عبدالسلام

علامہ ابوالاسحاق بن عبدالجبار کابلی کی کتاب شرح رسالہ عبدالسلام لاہوری کی عبارت میں بھی یہی لکھا ہے کہ انگوٹھے چومنے کی احادیث ضعیف ہیں، آگے لکھا ہے کہ اسی واسطے بعض محدثین نے ان احادیث کے موضوع ہونے کی تصریح کی ہے۔

یہ عجیب تجزیہ ہے، جب انگوٹھے چومنے کی احادیث ضعیف ہیں تو موضوع کیسے ہو گئیں؟ حدیث ضعیف اور حدیث موضوع علیحدہ علیحدہ ہوتی ہیں، ضعیف حدیث کی سند میں ضعف ہوتا ہے اور حدیث موضوع وضع کی ہوئی یعنی گھڑی ہوئی ہوتی ہے۔

کتاب شرح رسالہ عبدالسلام لاہوری کا حوالہ جعلی ہے۔

اقوال الاکاذیب

محدّث ابوالحسن عبدالغافر فارسی ثم نیشاپوری الشافعی (متوفی ۵۲۹ھ)، مجمع الغرائب، مفہم شرح صحیح مسلم، السیاق فی تاریخ نیشاپور یہ ان کی تصانیف ہیں۔

(عمر رضا کحالہ، معجم المؤلفین، جلد ۲، مطبوعہ موسس الرسالۃ بیروت ۱۹۹۳ء ص ۱۷۳)

(خیرالدین زرکلی، الاعلام، ج ۴، مطبوعہ دارالعلم للملایین بیروت ۱۹۸۶ء، ص ۳۱)

''اقوال الاکاذیب'' نام کی کتاب کا ان کے حالات میں کہیں ذکر نہیں، گوگل پر بھی سرچ کرلیں۔ یہ کتاب گھڑ کر جعلی حوالہ دیا گیا ہے۔

تیسیر المقال

''تیسیر المقال'' از علامہ جلال الدین سیوطی جعلی کتاب ہے، اس کا دنیا میں کوئی وجود نہیں۔

فتویٰ شاہ عبدالعزیز

فتویٰ شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کا کہیں ثبوت نہیں، اور نہ ہی فتاویٰ شاہ عبدالعزیز میں اس فتویٰ کا کوئی ذکر ہے، فتاوی نذیریہ میں شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کا جو فتویٰ درج کیا ہے اس میں انگوٹھے چومنے کی حدیث کو موضوع نہیں لکھا۔

الدرة المنتشره

امام سیوطی کی کتاب ''الدرة المنتشره'' تو عام دستیاب ہے، اس کے ترجمے بھی ہو چکے ہیں، اس کے کون سے مطبع، کون سے صفحہ اور کون سی سطر پر یہ حوالہ لکھا ہے؟ ہم نے اس کتاب کا ایک ایک صفحہ دیکھا ہے، انگوٹھے چومنے کی حدیث کے متعلق کہیں ذکر نہیں، جعلی حوالہ ہے۔

ان عبارتوں سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ بناوٹی اور گھڑی ہوئی ہیں، محدثین امام

سخاوی، علامہ طاہر پٹنی، ملا علی قاری، فقہاء علامہ طحطاوی، علامہ شامی وغیرہ نے کہاں لکھا ہے کہ یہ بدعت ہے۔ محدثین نے تو یہی لکھا کہ یہ حدیث درجہ صحت تک نہ پہنچی اور لکھا کہ اس کے تجربہ کی روایات بکثرت آئی ہیں، اور لکھا کہ اس پر عمل کے لئے خلفائے راشدین کا عمل کافی ہے، فقہاء نے لکھا کہ یہ عمل مستحب ہے۔

مولوی بشیر الدین قنوجی کی جھوٹے حوالوں سے مزین کتاب ''بصارۃ العینین'' کے بعد دیوبندی وھابی مولوی مکھی پہ مکھی مارتے چلے گئے اور بغیر تحقیق کے امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی طرف منسوب جھوٹا حوالہ درج کرتے رہے۔ یہی سارے حوالے مولوی محمد حسین نیلوی دیوبندی (سرگودھا۔ پاکستان) نے بغیر تحقیق کے اپنی کتاب خیر الکلام میں درج کردیئے اور ان کے جاہل حواری ان حوالوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔

مولوی ابوالقاسم رفیق دلاوری (۱۸۸۳۔۱۹۶۰ء) (شاگرد مولوی محمود حسن دیوبندی)، نماز کے موضوع پر اپنی کتاب ''عماد الدین'' میں اذان میں کلمہ اشہدان محمدا رسول اللہ سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانے کے متعلق لکھتے ہیں!

''یہ فعل خلاف سنت اور بدعت ہے''

''یہ تمام حدیثیں جھوٹی، من گھڑت اور وضعی ہیں ان میں سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک لفظ بھی نہیں، علامہ جلال الدین سیوطی نے تیسیر المقال میں لکھا ہے والاحادیث التی رویت فی تقبیل الانامل وجعلها علی العینین عند سماع السمہٖ صلی اللہ علیہ وسلم عن المؤذن فی کلمۃ الشھادۃ کلھا موضوعات۔ مؤذن سے کلمہ شہادت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سننے کے وقت انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانے کے بارہ میں جو حدیثیں روایت کی گئی ہیں وہ سب کی سب موضوع یعنی بناوٹی ہیں۔

قاضی محمد حسین، ساکن اچرا ضلع مالوان نے ۱۲۷۱ھ میں ایک کتاب ''منجی

المومنین‘‘ کے نام سے لکھی تھی جو ۱۳۰۰ھ میں لاہور میں طبع ہو کر شائع ہوئی، قاضی صاحب مرحوم اس کتاب میں بہت سے جلیل القدر علمائے ربانیین کے اقوال درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں!

امام شمس الدین سخاوی اور ابن طاہر فتنی اور ابن ربیع شافعی اور زرقانی مالکی اور حسن بن علی ہندی اور شیخ فتح محمد برہانپوری اور ملا علی قاری اور امام جلال الدین سیوطی اور ابو اسحق کابلی اور ابوالحسن عبدالفاخر فارسی شارح صحیح مسلم اور شیخ الاسلام اور علامہ محمود بن احمد عینی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور مرزا حسن علی لکھنوی وغیرہ محدثوں کے کلام سے بخوبی ثابت ہے کہ جو احادیث انگوٹھے چومنے میں لائی جاتی ہیں وہ سب موضوع ہیں اور انگوٹھے چومنا ممنوع اور غیر مشروع ہے اور جن فقہاء نے موضوع حدیثوں سے حجت پکڑ کر اس فعل کو جائز کیا ہے ان کا قول قابل اعتبار اور لائق التفات نہیں ہے۔

(دلاوری، ابوالقاسم رفیق، عماد الدین، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، س ن، ص ۱۲۳-۱۲۲)

مولوی رفیق دلاوری نے بغیر قرآن وحدیث میں ممانعت کی دلیل کے لکھ دیا کہ یہ خلاف سنت اور بدعت ہے، آخر اس فعل کے خلاف سنت اور بدعت ہونے پر کوئی ایک دلیل تو پیش کرنی چاہئے تھی، آگے پھر وہی امام جلال الدین سیوطی کی طرف منسوب جعلی کتاب کا جعلی حوالہ لکھ دیا، پھر ایک گمنام مولوی قاضی محمد حسین کی کتاب ’’منجی المومینین‘‘ سن تالیف ۱۲۷۱ھ سے وہی حوالے درج کئے جن کی حقیقت پہلے واضح ہو چکی ہے، ان جعلی حوالوں کے خالق مولوی بشیر الدین قنوجی ۱۲۷۳ھ میں فوت ہوئے اور یہ کتاب ۱۲۷۱ھ میں لکھی گئی، یعنی یہ کتاب اسی دور کی پیداوار ہے، اور تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں جل بھن کر ویسے ہی جھوٹ بول دیا کہ امام سخاوی، ابن طاہر فتنی، ملا علی قاری، علامہ عینی وغیرہ کے کلام سے بخوبی ثابت ہے کہ یہ

سب حدیثیں موضوع ہیں، کیا پوری دنیا میں کوئی دیوبندی ثابت کرسکتا ہے کہ ان علماء نے ان احادیث کو موضوع کہا ہے؟ ۔ایک حدیث کو من گھڑت ثابت کرنے کے لئے من گھڑت حوالوں اور من گھڑت کتابوں کا سہارا لینا وھابیوں کا آخری سہارا ہے، کیا صرف حدیث گھڑنا جرم ہے، اچھی بھلی حدیث کو من گھڑت کہنا جرم نہیں؟ ۔

وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار ہی وار سے پار ہے

مولوی محمد سرفراز خاں صفدر فاضل دیوبند (گوجرنوالہ، پاکستان) نے اپنی کتاب ''راہ سنت'' میں انگوٹھے چومنے کی مخالفت میں جو کچھ لکھا ہے ان کی ابتدائی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ!

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جو پردۂ خفا میں ہو، مگر کسی بھی صحیح روایت میں اس کا ذکر نہیں کہ اذان سنتے وقت انگوٹھے چومنے چاہئیں، اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک سے ہی محبت ہے تو اذان دینے والے کے منہ کو چومنا چاہئیے جس کے مبارک ہونٹوں اور زبان سے یہ مبارک نام نکلا ہے، اپنے انگوٹھے تو ہر وقت ساتھ ہی رہتے ہیں، نہ تو ان سے آپ کا اسم گرامی صادر ہوتا ہے اور نہ ان پر لکھا ہوا ہوتا ہے، جب اس فعل کا صحیح احادیث سے ثبوت ہی نہیں تو پھر اس کو کیسے دین کہا جا سکتا ہے اور کس طرح اس کو شعار دین بنانا درست ہے اور نہ کرنے والوں کو کیونکر ملامت کرنا روا ہے۔

(صفدر، سرفراز خاں، راہ سنت، گوجرانوالہ، ناشر، مکتبہ صفدریہ، ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۳ء، ص-۲۳۹۲۳۸)

اس کے جواب میں عرض ہے کہ ہم نے کب کہا ہے کہ یہ فعل صحیح حدیث سے ثابت ہے، رہی یہ بات کہ اذان دینے والے کے منہ کو کیوں نہیں چوما جاتا۔مولوی صاحب کو پتہ ہے کہ ہم جس ضعیف حدیث سے انگوٹھے چومنے کا استدلال کرتے ہیں اُس میں مؤذن کا منہ

چومنے کا کوئی ذکر نہیں، مؤذن کا منہ تو فرشتے چومتے ہیں جس منہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ادا ہوتا ہے، مولوی صاحب کے پاس منع کی کوئی دلیل تو ہے نہیں خوامخواہ ہم کو عورتوں والے کو سنے دے رہے ہیں، ہمارے فقہاء کرام نے کبھی بھی اس فعل کو شعار دین قرار نہیں دیا، انہوں نے اس فعل کو مستحب قرار دیا ہے، انہوں نے تارک فعل پر بھی کبھی ملامت نہیں کی، البتہ اس فعل کے استحباب کا انکار اصول فقہ وحدیث سے بے خبر ہونے کا مظاہرہ ہے۔ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ اپنے رسالہ ''ابر المقال'' میں لکھتے ہیں!

''اذان میں وقت استماع نام پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انگوٹھوں کے ناخن چومنا آنکھوں پر رکھنا کسی صحیح حدیث مرفوع سے ثابت نہیں، یہ جو کچھ اس میں روایت کیا جاتا ہے کلام سے خالی، پس جو اس کے لئے ایسا ثبوت مانے یا اُسے مسنون جانے یا نفس ترک کو باعث زجر وملامت کہے، وہ بے شک غلطی پر ہے''۔

(بریلوی، امام احمد رضا، ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال، لاہور، نوری بکڈپو، س ن، ص ۱۶)

اس کے بعد بھی مولوی صاحب میں نہ مانوں کا راگ الاپتے رہیں تو یہ مرض لا علاج ہے، مولوی صاحب آگے لکھتے ہیں!

''یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگرچہ سابقہ شرطوں کے ساتھ فضائل اعمال میں عمل کرنا جائز اور مستحب ہے لیکن شرط یہ ہے کہ موضوع نہ ہو، اگر روایت موضوع ہوگی تو ہرگز قابل عمل نہ ہوگی، حافظ ابن دقیق العیدؒ لکھتے ہیں!

وان کان ضعیفا لا یدخل فی حیز الموضوع فان احدث شعاراً فی الدین منع منہ وان لم یحدث فھو محل نظر (احکام الاحکام، ج ۱، ص ۵۱) یعنی اگر ضعیف حدیث ہو بشرطیکہ وہ موضوع نہ ہو، تو اس پر عمل جائز ہے لیکن اگر اس سے دین کے اندر کوئی

شعار قائم اور پیدا ہوتا ہو تو اس سے بھی منع کیا جائے گا ورنہ اس پر غور کیا جائے گا۔

لیجئے یہاں ایک اور بات بھی حل ہوگئی وہ یہ کہ ضعیف حدیث اس وقت قابل عمل ہوگی جبکہ موضوع اور جعلی نہ ہو، اور ساتھ ہی وہ دین کا شعار اور علامت نہ ٹھہرالی گئی ہو، اگر دین کی علامت یا شعار کا خطرہ ہو تو اس سے بھی منع کیا جائے گا، اور اہل بدعت حضرات خیر سے ان چیزوں کو سنت اور حنفیت کا معیار قرار دیتے ہیں اور ان بدعات کو نہ کرنے والوں کو گستاخ اور وہابی کہتے ہیں، اور ان کے خلاف مقیاس حنفیت جیسی کتابیں لکھی جاتی ہیں، ایسی صورت میں بھلا یہ ضعیف روایتیں کیونکر حجت ہو سکتی ہیں؟ اور علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں!

یجوز و یستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترهیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعا (القول البدیع ص ۱۹۵) کہ جائز اور مستحب ہے کہ فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے مگر شرط یہ ہے کہ وہ موضوع اور جعلی نہ ہو۔

نیز لکھتے ہیں!

واما الموضوع فلا یجوز العمل به بحال (ص۱۹۶) بہر حال موضوع حدیث تو اس پر کسی حالت میں عمل جائز نہیں ہے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ فضائل اعمال میں ہر ضعیف حدیث قابل عمل نہیں ہے بلکہ اس کے لئے حضرات محدثین کے نزدیک چند شرطیں ہیں، اور جو حدیث موضوع اور جعلی ہو اس پر کسی حالت اور کسی صورت میں عمل جائز نہیں ہے، نہ فضائل اعمال میں اور نہ ترغیب وترہیب وغیرہ میں، اب بقائمی ہوش وحواس سن لیجئے کہ انگلیاں چومنے کی تمام حدیثیں صرف ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع اور جعلی ہیں۔

چنانچہ امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں!

الاحادیث التی رویت فی تقبیل الانامل وجعلھا علی العینین عند سماع اسمہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المؤذن فی کلمۃ الشہادۃ کلھا موضوعات انتھی (تیسیر المقال للسیوطیؒ بحوالہ عماد الدین طبع ۱۹۷۸ء، ص ۱۲۳) وہ حدیثیں جن میں مؤذن سے کلمہ شہادت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سننے کے وقت انگلیاں چومنے اور آنکھوں پر رکھنے کا ذکر آیا ہے وہ سب کی سب موضوع اور جعلی ہیں۔

لیجئے اب تو قصہ ہی ختم ہوگیا، مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی (۱۹۰۶۔۱۹۷۱ء) کو یہ الفاظ دیکھ کر غور کرنا چاہیئے کہ ''الحمد للہ کہ اس اعتراض کے پرخچے اُڑ گئے ہیں اور حق واضح ہوگیا''۔(بلفظہٖ جاء الحق ص ۳۸۴) پرخچے کس کی دلیل کے اڑ گئے اور حق کس کی طرف سے واضح ہوگیا ہے؟ عیاں راچہ بیاں''۔

(صفدر، سرفراز خاں، راہ سنت، ص-۲۴۲۲۴۳۲۴۳)

مولوی سرفراز خاں صاحب کی تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ سابقہ شرطوں کے ساتھ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے اور مستحب ہے لیکن شرط یہ ہے موضوع نہ ہو۔

عرض ہے کہ انگوٹھے چومنے کی حدیث کا موضوع ہونا تو ثابت نہیں، لہذا یہ شرط تو ختم ہوگئی، اب اس پر عمل کرنے کی اور کیا شرطیں ہیں؟۔ وہ شرطیں مولوی سرفراز صاحب نے اپنی کتاب ''راہ سنت'' کے صفحہ ۲۴۱ پر امام سخاوی کی کتاب القول البدیع کے حوالے سے یہ نقل کی ہیں، پہلی شرط یہ کہ سخت ضعیف نہ ہو، یعنی اس میں کوئی راوی کذاب یا متہم بالکذب یا ایسا راوی نہ ہو جو زیادہ غلطی کا شکار رہا ہو۔

مولوی صاحب بتائیں کہ اس کا کون سا راوی کذاب ہے؟، اس کے کس راوی نے حدیث میں جھوٹ بولا ہے اور اس کا جھوٹ ثابت ہو چکا ہے، ان شاء اللہ مولوی صاحب کبھی

ثابت نہیں کر سکتے۔

دوسری شرط یہ نقل کی کہ کہ وہ عام قاعدہ کے تحت درج ہو، اس سے وہ خارج ہوگئی جس کی کوئی اصل نہ ہو اور محض اختراع کی گئی ہو۔ جن محدثین نے یہ حدیث نقل کی ان میں سے کسی نے نہ لکھا کہ یہ اختراع کی گئی ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ عمل کرتے وقت یہ اعتقاد نہ کرلیا جائے کہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تاکہ آپ کی طرف ایسی بات منسوب نہ ہوجائے جو آپ نے نہیں فرمائی۔

اہل سنت کب کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کیونکہ ثابت تو وہی حدیث ہے جو صحیح ہو اور ضعیف کا درجہ اس سے کم ہے، علامہ طاہر پٹنی نے تذکرۃ الموضوعات ،مطبوعہ ملتان، ص ۷ پر یہی لکھا ہے۔ ہم تو اسے ضعیف ہی مانتے ہیں، کیونکہ یہ درجہ صحت پر فائز نہیں ہے، اور ضعیف فضائل میں مقبول ہے۔

آگے مولوی سرفراز صاحب نے حافظ ابن دقیق مالکی (پ ۶۲۵ھ۔ف ۷۰۲ھ) علیہ الرحمہ کی عبارت لکھ کر کہا کہ ''لیجئے یہاں ایک اور بات بھی حل ہوگئی، وہ یہ کہ ضعیف حدیث اس وقت قابل عمل ہوگی جبکہ موضوع نہ ہو''۔

تو جناب کسی محدث نے اسے موضوع نہیں کہا صرف لا یصح یعنی یہ درجہ صحت کو نہ پہنچی کہا، تو اب آپ کے بقول یہ قابل عمل تو ہوگئی۔ الحمد للہ۔

> پھر کہا کہ ''اور ساتھ ہی وہ دین کا شعار اور علامت نہ ٹھہرالی گئی ہو، اگر دین کی علامت یا شعار کا خطرہ ہو تو اس سے بھی منع کیا جائے گا، اور اہل بدعت حضرات خیر سے ان چیزوں کو سنت اور حنفیت کا معیار قرار دیتے ہیں اور ان بدعات کو نہ کرنے والوں کو گستاخ اور وہابی کہتے ہیں، اور ان کے خلاف مقیاس حنفیت جیسی کتابیں لکھی جاتی ہیں، ایسی صورت میں بھلا یہ ضعیف روایتیں کیونکر حجت ہوسکتی

ہیں؟۔“

(صفدر، سرفراز خاں، راہ سنت، ص ۲۴۲)

منکرین جب دلائل سے عاجز ہو جاتے ہیں تو بہتان باندھتے ہیں کہ تم لوگوں نے اس عمل کو عقیدہ بنالیا ہے، اور جو یہ عمل نہ کرے اسے طعن کرتے ہو، وہابی کہتے ہو وغیرہ وغیرہ۔

اہل سنت پر یہ بہتان ہے، کبھی کسی نے دیکھا کہ اہل سنت اس مستحب عمل کے لئے بندوق لئے پھرتے ہوں کہ یہ عمل کرو، ورنہ تم کافر ہو، مشرک ہو، بدعتی ہو؟۔ ہاں منکرین نے حدیث سے ثابت اس عمل کو اپنی پرانی عادت کے مطابق دھونس دھاندلی سے بدعت اور موضوع کہا، اس عمل کو مستحب ماننا اہل سنت کا شعار ہے، جس طرح اس کو گناہ ماننا وہابیوں کا شعار ہے کسی اہل سنت عالم دین نے اسے سنت نہیں کہا اور نہ ہی اس فعل کے کرنے کو حنفیت کا معیار قرار دیا، ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ علمائے اہل سنت اسے صرف مستحب کہتے ہیں، مستحب پر عمل نہ کرنے والا گنہگار اور قابل ملامت نہیں، ہاں ایک جائز اور مستحب عمل کو خواہ مخواہ سینہ زوری اور جھوٹے حوالوں سے ناجائز کہنے والے ضرور قابل ملامت ہیں، گستاخ ہیں، وہابی ہیں کیونکہ ایسی جاہلانہ حرکتیں وہی کرتے ہیں۔ مولوی سرفراز صاحب کو ”وہابی“ کہلانے سے گھبرانا نہیں چاہیئے کیونکہ اکابر علمائے دیوبند مولوی منظور نعمانی اور مولوی ذکریا سہارنپوری اپنے بارے میں بڑی صفائی سے کہتے ہیں کہ ہم بڑے سخت ”وہابی“ ہیں۔

(حسنی، محمد ثانی، سوانح مولانا محمد یوسف: لاہور، ناشران قرآن لمیٹڈ، ص-۱۹۱ ۱۹۳)

مولوی سرفراز صاحب نے آگے امام سخاوی علیہ الرحمہ کے حوالے سے یہ لکھ کر کہ فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب میں ضعیف حدیث پر عمل جائز اور مستحب ہے مگر موضوع نہ ہو، پھر لکھا کہ ہر ضعیف حدیث قابل عمل نہیں، محدثین نے اس کے لئے چند شرائط لکھی ہیں اور جو حدیث موضوع اور جعلی ہو اس پر کسی حالت اور کسی صورت میں عمل جائز نہیں، اب بقائمی ہوش وحواس سن لیجئے کہ انگلیاں چومنے کی تمام حدیثیں صرف ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع اور جعلی

ہیں۔اور آگے وہی موضوع اور جعلی حوالہ دیا کہ امام جلال الدین سیوطی لکھتے کہ انگلیاں چومنے کی ساری حدیثیں موضوع اور جعلی ہیں، اب مولوی صاحب کے پاس اس بات کا ثبوت تو تھا نہیں لہذا اپنے ہی ہم مسلک کی کتاب ''عماد الدین'' (از مولوی رفیق دلاوری دیوبندی) کا حوالہ لکھ دیا، تحقیق کی دنیا میں ایسے جھوٹے حوالوں کی کوئی اہمیت نہیں۔

جن محدثین نے انگوٹھے چومنے کی حدیث نقل کی ہے ان میں امام حافظ شمس الدین سخاوی علیہ الرحمہ کا سن وفات ۹۰۲ھ ہے، علامہ شیخ ابن طاہر فتنی گجراتی علیہ الرحمہ کا سن وفات ۹۸۶ھ ہے، ملا علی بن سلطان قاری الہروی علیہ الرحمہ کا سن وفات ۱۰۱۴ھ ہے اور امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کا سن وفات ۹۱۱ھ ہے۔حافظ شمس الدین سخاوی اور امام سیوطی ہم عصر ہیں، امام سخاوی نے اپنی کتاب مقاصد حسنہ میں انگوٹھے چومنے کی تقریباً ساری روایتیں نقل کی ہیں، لیکن ایسی کوئی بات نہیں کی کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہیں۔

امام سخاوی کے بعد علامہ ابن طاہر نے کتاب تذکرۃ الموضوعات اور مجمع بحار الانوار میں انگوٹھے چومنے کی حدیث نقل کی لیکن اس حدیث کو موضوع نہیں کہا، ان کی وفات امام سخاوی اور امام سیوطی کے بعد ۹۸۶ھ میں ہوئی، گویا کہ ایک بزرگ سے ۸۴ سال بعد اور دوسرے بزرگ سے ۷۵ سال بعد علامہ ابن طاہر کی وفات ہوئی، تو ان کو تو ضرور چاہئے تھا کہ اس حدیث کے متعلق اتنی اہم بات کو اپنی مشہور کتاب ''تذکرۃ الموضوعات'' میں نقل کرتے، مگر اس کتاب میں اس حدیث کے موضوع ہونے کا کہیں نشان نہیں ملتا۔

ان کے بعد ۱۰۱۴ھ میں ملا علی قاری کی وفات ہے یعنی علامہ ابن طاہر کی وفات کے ۲۸ سال بعد، آپ نے بھی اسی موضوع پر ایک کتاب ''موضوعات کبیر'' لکھی، لیکن امام سیوطی کی وفات کے ۱۰۳ بعد تک بھی ملا علی قاری یا کسی اور محدث نے اس حدیث کو موضوع نہیں لکھا، غیر مقلدین کے امام شوکانی (متوفی ۱۲۵۵ھ) نے اپنی کتاب ''فوائد المجموعہ فی بیان احادیث الموضوعہ'' میں انگوٹھے چومنے کی حدیث لکھ کر صرف لایصح کہا، کہیں بھی

تیسیر المقال کا جعلی حوالہ نہیں دیا اور نہ اسے موضوع لکھا، مشہور غیر مقلد ناقد ناصر البانی دمشقی (متوفی ۱۹۹۹ء) نے اسی موضوع پر کتاب ''سلسلہ احادیث الضیعیفہ والموضوعہ'' لکھی، اس میں انگوٹھے چومنے کی حدیث بھی لکھی مگر اس میں صرف ضعیف ہی کہا، جعلی کتاب تیسیر المقال کے حوالے سے موضوع نہیں لکھا۔ بس یہ حوالہ پورے عالم اسلام میں قاضی بشیر الدین قنوجی یا مولوی رفیق دلاوری کو یا پھر مولوی سرفراز صفدر اور مولوی محمد حسین نیلوی دیوبندی کو ہی اپنے گھر میں ایک دوسرے سے ملا ہے۔

پھر یہ جھوٹا حوالہ لکھ کر کہتے ہیں کہ!

''لیجیئے اب تو قصہ ہی ختم ہو گیا، مفتی احمد یار خان صاحب کو ان الفاظ پر غور کرنا چاہئیے کہ ''الحمدللہ کہ اس اعتراض کے پرخچے اڑ گئے اور حق واضح ہو گیا'' (بلفظہٖ جاء الحق ص ۳۸۴)۔

قارئین کرام! پرخچے کس کی دلیل کے اڑ گئے اور حق کس کی طرف واضح ہو گیا ہے؟ عیاں راچہ بیاں''۔

مولوی سرفراز صاحب نے امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی طرف منسوب جھوٹا حوالہ لکھ کر مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ کا مذاق اڑایا کہ مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ نے اعتراض کے کیا پرخچے اڑانے تھے، ہم نے اپنے ہی ہم مسلک مولوی رفیق دلاوری کی کتاب سے بناوٹی حوالہ دے کر مفتی صاحب کی دلیل کے پرخچے اڑا دیئے، لہذا یہ بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہی کہ حق کس کی طرف واضح ہو گیا ہے۔

مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمہ کے دلائل تو اُسی طرح قائم ہیں اور حق تو صاف واضح ہے۔ مولوی سرفراز صاحب کی گوزشتر سے کسی کے کیا پرخچے اڑنے ہیں، مولوی سرفراز صاحب کے مضمون میں تان اسی پر ٹوٹتی ہے کہ امام جلال الدین نے تیسیر المقال میں لکھ دیا کہ انگوٹھے چومنے کی ساری حدیثیں جعلی اور موضوع ہیں، مولوی صاحب میں جرأت ہے تو قاضی بشیر الدین قنوجی کے گھڑے ہوئے اس جھوٹے حوالہ کو ثابت کر دیں۔ ورنہ جھوٹ کے سہارا لے کر

لوگوں کو گمراہ نہ کریں۔

قاضی محمد یونس انورؔ، خطیب مسجد شہداء، قائد اعظم روڈ (مال روڈ) لاہور اپنی جیبی سائز کتاب ''نماز مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' میں انگوٹھے چومنا کے عنوان سے حاشیہ میں لکھتے ہیں!

علامہ عینی حنفیؒ شرح بخاری میں لکھتے ہیں ''اذان سننے والوں کو اجابت کے علاوہ سب کام چھوڑ دینے چاہئیں، علامہ یعقوب بنانیؒ شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ علامہ عینی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اشہدان محمد رسول اللہ سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنا منع ہے۔ بحوالہ خیر الکلام ص ۲۰، (نوٹ) انگوٹھے چومنے کے جواز میں جملہ روایات موضوع (من گھڑت) ہیں، علامہ شامی حنفیؒ فرماتے ہیں ''اس بارے میں جتنی مرفوع حدیثیں ہیں ایک بھی صحیح نہیں۔ شامی ص ۲۶۷۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں ''جن روایات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنے کا ذکر ہے وہ سب کی سب موضوع و من گھڑت ہیں (تیسیر المقال)

ملا علی قاری نے موضوعات کبیر ص ۱۰۸ اور المصنوع فی احادیث الموضوع ص ۲۵ میں علامہ محمد بن طاہرؒ نے خلاصہ تذکرۃ الموضوعات برحاشیہ المصنوع فی احادیث الموضوع ص ۸ میں حافظ سخاویؒ نے مقاصد حسنہ ص ۳۸۵ میں ان روایات کو موضوع (من گھڑت) لکھا ہے، علامہ اسحق کابلیؒ نے شرح عبدالسلام لاہوری میں لکھا ہے کہ انگوٹھے چومنے کا ثبوت کسی ضعیف روایت سے بھی نہیں ملتا، یہی وجہ ہے کہ علماء نے صاف کہہ دیا کہ یہ روایات من گھڑت ہیں (بحوالہ خیر الکلام ص ۲۲)۔

(انور، محمد یونس، نماز مصطفیٰ: لاہور، مرکز اشاعت التوحید والسنۃ، ص ۳۰)

قارئین انصاف سے فیصلہ فرمائیں کیا ان حوالوں میں وہی مکھی پر مکھی نہیں ماری گئی جس

کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں، محدثین نے کہاں لکھا ہے کہ انگوٹھے چومنے کے جواز میں جملہ روایات موضوع (من گھڑت) ہیں؟ قاضی محمد یونس انور نے یہ اس لئے لکھ دیا کہ وہ لاہور میں ایک مشہور اور اہم جگہ کی مسجد کے خطیب ہیں اور وہاں بڑے بڑے لوگ اور آفیسر جمعہ پڑھنے آتے ہیں، پڑھنے والے سوچیں گے کہ یہ کیسے غلط لکھ سکتے ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعض کم علم یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ حدیث سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، جس میں انگوٹھے چومنے کا ذکر ہے، حدیث ملا علی قاری کی کتاب ''موضوعات کبیر'' اور علامہ محمد طاہر فتنی گجراتی علیہ الرحمہ کی کتاب ''تذکرۃ الموضوعات'' میں درج ہے، اگر یہ حدیث موضوع نہ ہوتی تو کتب موضوعات میں اس کو کیوں شامل کیا جاتا؟۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ کتب موضوعات میں کسی حدیث کا درج ہونا اُس کے موضوع ہونے کے لئے لازمی نہیں، احادیث موضوعہ کے بیان میں جو کتابیں تالیف ہوئیں ان کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ ہیں جن کے مصنفین نے خاص موضوعات ہی کا التزام کیا ہے، جیسے ''موضوعات ابن جوزی'' و ''اباطیل جوزقانی'' اور ''موضوعات صنعانی''، ان کتابوں میں کسی حدیث کا ذکر بلا شبہ یہی بتائے گا کہ اس کے مصنف کے نزدیک موضوع ہے جب تک صراحۃً نفی موضوعیت نہ کر دی ہو، ایسی ہی کتابوں کی نسبت یہ خیال بجا ہے کہ موضوع نہ سمجھتے تو کتاب موضوعات میں ذکر کیوں کرتے، پھر اس سے بھی صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ زعم مصنف میں موضوع ہے ورنہ تحقیقی نظر سے دیکھا جائے تو عدم صحت بھی ثابت نہ ہوگا نہ کہ ضعف، ان سب کتب میں احادیث ضعیفہ در کنار، بہت احادیث حسان وصحاح بھی بھر دی ہیں اور محض بے دلیل اُن پر حکم وضع لگا دیا ہے، جسے آئمہ محققین اور ناقدین نے دلائل کے ساتھ باطل کر دیا، جس کا بیان کتاب ''مقدمہ ابن الصلاح'' و ''تقریب امام نووی'' و ''الفیہ امام زین الدین عراقی'' و ''فتح المغیث'' از امام سخاوی وغیرہا کی تصانیف سے اجمالاً اور

''تدریب الراوی'' از علامہ جلال الدین سیوطی میں قدرے مفصل درج ہے، اور علامہ جلال الدین سیوطی کی کتاب ''تعقبات علی الموضوعات'' اور ''لآلی المصنوعہ'' اور '' القول الحسن فی الذب عن السنن'' اور حافظ ابن حجر نے ''القول المسدد فی الذب عن مسند احمد'' میں نہایت تفصیل سے واضح اور روشن بیان ہے، علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے ''تدریب الراوی'' میں لکھا کہ ابن جوزی نے اور تصانیف تو در کنار خود صحاح ستہ و مسند امام احمد کی چوراسی حدیثوں کو موضوع کہہ دیا۔

دوسری قسم وہ ہے جن کا قصد صرف موضوع احادیث درج کرنا نہیں بلکہ دوسروں کے حکم وضع کی تحقیق و تنقیح ہوتا ہے، جیسے امام سیوطی کی کتاب ''لآلی المصنوعہ''۔ امام سیوطی علیہ الرحمہ ''لآلی المصنوعہ'' کے خطبہ میں فرماتے ہیں!

(ترجمہ) ''ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں بہت ضعیف بلکہ حسن بلکہ صحیح حدیثیں روایت کردی ہیں کہ آئمہ حفاظ نے اس پر تنبیہ فرمائی، مدت سے میرے دل میں تھا کہ اس کا خلاصہ کروں اور اس کا حکم پرکھوں تو اب میں حدیث ذکر کر کے ابن جوزی کا کلام نقل کروں گا پھر اس پر جو اعتراض ہوگا بتاؤں گا''۔

(سیوطی، امام جلال الدین، لآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ، ج ۱، ص ۲)

شوکانی کی کتاب ''فوائد مجموعہ'' بھی اسی دوسری قسم کی ہے، خود اس نے اسی کتاب کے خطبہ میں اس بارے میں تصریح کی ہے کہ میں اس کتاب میں وہ حدیثیں بھی ذکر کروں گا جنہیں موضوع کہنا ہرگز صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہیں بلکہ ضعف بھی خفیف ہے بلکہ اصل میں ضعف بھی نہیں، حسن ہیں یا صحیح ہیں تاکہ اہل تشدد کے کلام پر تنبیہ اور اس کے ردّ کی طرف اشارہ ہو جائے۔ شوکانی نے یہ بات اپنی کتاب ''الفوائد المجموعہ'' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ص ۴ پر لکھی ہے، تو معترضین کا یہ کہنا کہ حدیث تقبیل ابہامین شوکانی کے نزدیک موضوع نہ ہوتی تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتا، کیسی جہالت ہے۔

علامہ محمد طاہر پٹنی گجراتی علیہ الرحمہ کی کتاب ''تذکرۃ الموضوعات'' اور ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی کتاب ''موضوعات کبیر'' بھی قسم ثانی کی کتب میں شامل ہیں، علامہ محمد طاہر پٹنی اپنی کتاب میں ہر طرح کی حدیث لائے ہیں، کسی کو ''موضوع'' کہا ہے، کسی کو ''لم یدجد'' کسی کو ''منکر'' کسی کو ''لیس بثابت'' کسی کو ''لا یصح'' کسی کو ''ضعیف'' کسی کو ''مؤول'' کسی کو ''رجاله ثقات'' کسی کو '' لا باس به'' کسی کو ''صححه فلاں'' کسی کو ''صحیح'' فرماتے ہیں، انگوٹھے چومنے والی حدیث بھی انہیں میں سے ہے جسے ہرگز موضوع نہ کہا بلکہ صرف لا یصح کہا۔ (ملخصاً منیر العین از امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ)

مولوی نذیر حسین دہلوی نے بھی اپنے فتاویٰ میں ایک حدیث کے متعلق ضعیف کہہ کر لکھا کہ ابن جوزی نے اسے ویسے ہی موضوع لکھ دیا۔ فتاویٰ نذیریہ، جلد اول، ص ۳۰۵

مذہبی خودکشی

منکرین کے پاس انگوٹھے یا انگلیوں کے پورے چومنے کی ممانعت میں کوئی دلیل تو ہے نہیں، جھوٹے حوالے گھڑ کر بغیر ثبوت کے کہہ دیا کہ یہ حدیث موضوع ہے اور موضوع حدیث

سے تو کسی طرح استدلال ہو ہی نہیں سکتا، اب ذرا آنکھیں کھلی رکھئے اور مذہبی خودکشی کی مثال ملاحظہ فرمایئے!

منکرین کے نزدیک مولوی اسماعیل دہلوی کا جو مقام ہے، وہ سب جانتے ہیں، ان کی کتابوں کا پڑھنا، رکھنا ان کے نزدیک عین اسلام ہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی کی ایک چھوٹی سی کتاب ''اصول فقہ'' ہے، مولوی ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی غیر مقلد اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں!

''اصول فقہ'' مطبوعہ مجتبائی پریس دہلی، صفحات ۳۶ (۱۸۹۵ء) میں طبع ہو چکا ہے، اس میں مسائل فقہ گونہ ایجاز و اختصار کے ساتھ اس طرح جمع فرمائے ہیں

جن سے بلا مبالغہ تشبیہ کہا جاسکتا ہے کہ دریا کوزہ میں بند کردیا ہے، اور اپنے ان صفات کے اعتبار سے، اصول شاشی، منار اور حسامی کے متون سے زیادہ مفید و انفع ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض مدارس عربیہ میں بطور نصاب داخل ہے۔

(نوشہروی، ابویحییٰ امام خاں، تراجم اہل حدیث ہند، دہلی، ۱۹۳۸ء، ص ۹۴)

مولوی اسماعیل دہلوی اپنی کتاب ''اصول فقہ'' میں لکھتے ہیں!

''والموضوع لایثبت شیئا من الاحکام نعم قد یوخذ فی فضائل ماثبت فضلہ بغیرہ تائیدا او تفضیلا''۔

(دہلوی، محمد اسماعیل، اصول فقہ، لاہور، دائرۃ المعارف، ص ۸)

ترجمہ۔ اور موضوع حدیث سے احکام میں سے کچھ ثابت نہ ہوگا، ہاں فضائل میں اس کو (حجت) پکڑا جائے گا، جو فضیلت کہ اس کے بغیر کسی اور دلیل سے ثابت ہو چکی ہو تو اس کو تائیداً یا تفضیلاً کے طور پر حجت پکڑی جائے گی۔

ایک طرف تو سینہ زوری سے جھوٹ بول کر انگوٹھے چومنے کی احادیث کو موضوع کہا جارہا ہے اور یہ تأثر دیا جارہا ہے کہ موضوع حدیث سے ایسے بچو جیسے چھوت کی بیماری سے بچا جاتا ہے، دوسری طرف ان کے امام فرمارہے ہیں کہ فضائل میں اس کو حجت پکڑا جائے اور تائیداً موضوع حدیث سے دلیل پیش کی جاسکتی ہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے سارے کئے کرائے پر پانی پھیر کر خودکشی پر مجبور کردیا۔

انگوٹھے چومنے کی تائید علمائے دیوبند کے قلم سے

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب اپنی آخری تصنیف ''بوادر النوادر'' میں مقاصد حسنہ از امام سخاوی سے انگوٹھے چومنے کی احادیث بیان کر کے لکھتے ہیں!

''اگر یہ عمل باعتقاد ثواب اور دین کا کام سمجھ کر کیا جاوے جس کی کوئی دلیل ثابت نہیں ہوئی تو بدعت اور زیادت فی الدین ہے (کیونکہ غیر دین کو دین سمجھنے

کا یہی حکم ہے) اوراس زمانہ میں جولوگ یہ عمل کرتے ہیں ان میں اکثر کا (عام طور سے) یہی اعتقاد ہے، سواس کے بدعت ہونے میں کوئی شک نہیں اور اگر صحت بدنیہ (یعنی حفاظت چشم) کی نیت سے کیا جاوے وہ ایک قسم کی طبی تدبیر ہے، سو وہ فی نفسہٖ جائز ہے (کیونکہ یہ اعتقاد فاسد نہیں) لیکن اگر یہ سبب ہوجائے ایہام قربت کا جیسا عوام زمانہ سے یہی احتمال غالب ہے تو اس سے مطلقاً بطورانتظام منع"۔

(تھانوی، اشرف علی، بوادرالنوادر: مقدمہ وحواشی مفتی محمد شفیع، لاہور، ادارۂ اسلامیات ، ذیقعدہ ۱۴۰۵ھ/اگست ۱۹۸۵ء، اول، ص ۴۰۹)

مولوی اشرف علی تھانوی کی تحریر سے یہ بات سامنے آئی کہ عقیدہ اور احکام میں یہ احادیث کام نہیں دیتیں، اگر یہ عمل باعتقاد اور دین کا کام سمجھ کر کیا جائے تو یہ بدعت ہے، ہم گذشتہ صفحات میں یہ واضح کرآئے ہیں کہ ان احادیث سے عقیدہ واحکام میں نہیں بلکہ فضائل اعمال میں عمل کرنا جائز وثابت ہے، تھانوی صاحب کو جب اہل سنت کے موقف کا ہی علم نہیں تو اپنی طرف سے مسلمانوں پر بدگمانی کا کیا جواز ہے؟ جو کہ اسلام میں منع ہے۔ ذوالخویصرہ والی پرانی بیماری کی وجہ سے فضائل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو ان احادیث پر دل نہیں مانا لیکن اسے صرف آنکھوں کے حفاظت کی طبی تدبیر مان لیا، چلو یہ ہی سہی، مگر اس پر عمل کہاں؟ ۔محدثین جنہوں نے اس بارے میں احادیث نقل کی ہیں، ان کے دور میں بھی، ان سے پہلے بھی ان پر عمل ہوتا تھا، جیسا کہ علامہ ابن طاہر پٹنی علیہ الرحمہ نے لکھا کہ اس کے تجربہ کی روایت بکثرت آئی ہیں، لیکن انہوں نے عوام کے عمل پر اعتقاد کا شک نہیں کیا، اور نہ عوام کو اس عمل سے روکا، نہ بدعت کا فتویٰ دیا اور نہ ہی کوئی بدگمانی کی، پتہ نہیں منکرین کے دل میں کس سے بخار ہے۔

مفتی محمد تقی عثمانی دیوبندی (ولادت: ۱۹۴۳ء) اپنی کتاب "بدعت ایک سنگین گناہ

''میں ''انگوٹھے چومنا کیوں بدعت ہے؟'' کا عنوان دے کر لکھتے ہیں!

''آپ نے مسجد سے اذان سنی، اور اذان کے اندر جب ''اشھد ان محمداً رسول اللہ'' سنا، آپ کے دل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا داعیہ پیدا ہوا، اور محبت سے بے اختیار ہو کر آپ نے انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگا لئے تو بذات خود یہ عمل کوئی گناہ اور بدعت نہیں، اس لئے کہ اس نے یہ عمل بے اختیار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کیا، اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عظمت ایک قابل تعریف چیز ہے اور ایمان کی علامت ہے، اور انشاء اللہ اسی محبت پر اجر و ثواب ملے گا، لیکن اگر کوئی شخص ساری دنیا کے لوگوں سے یہ کہنا شروع کر دے کہ جب کبھی اذان میں ''اشھد ان محمدا رسول اللہ'' پڑھا جائے، تو تم سب اس وقت اپنے انگوٹھوں کو چوما کرو اس لئے کہ اس وقت انگوٹھوں کو چومنا مستحب یا سنت ہے اور جو شخص انگوٹھوں کو نہ چومے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والا نہیں ہے، تو وہی عمل جو محبت کے جذبے سے بالکل جائز تھا اب بدعت بن گیا۔ اس میں باریک فرق ہے کہ اگر یہ جائز عمل صحیح جذبے سے کیا جا رہا ہے اور اس میں خود ساختہ کوئی قید نہیں ہے تو وہ بدعت نہیں ہے۔ جب اسی عمل کو اپنے اوپر لازم کر لیا، یا اس کو سنت سمجھ لیا، اور اگر کوئی دوسرا شخص وہ عمل نہ کرے تو اس کو مطعون کرنا شروع کر دیا، بس وہی عمل بدعت بن جائے گا''۔

(عثمانی، محمد تقی، بدعت ایک سنگین گناہ: کراچی ، میمن اسلامک پبلشرز ،ص ۳۸)

(ایضاً: بدعت ایک گمراہی: لاہور، ادارۂ اسلامیات، ۱۹۸۸ء، ص ۳۴-۳۳)

محمد تقی عثمانی صاحب نے یکسر بات ہی بدل دی کہ کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں بے اختیار کوئی عمل کرے تو اس کو اجر ملے گا، لیکن وہ اس عمل کے لئے لوگوں کو کہے کہ یہ عمل سنت یا مستحب ہے اور اسے نہ کرنے والا گستاخ ہے تو اس کا یہ عمل بدعت ہو جائے گا۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں ضعیف حدیث موجود ہے، اور ضعیف حدیث فضائل میں مقبول ہے، انگوٹھے چومنے کو فرض، واجب اور سنت نہیں کہا جاتا ہے، فقہاء نے اسے مستحب لکھا ہے جیسا کہ سابقہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں، علمائے دیوبند نے بھی اسے مستحب ہی لکھا ہے، اس کے بارے حوالے آگے آرہے ہیں، اس پر عمل نہ کرنے والوں کو مطعون بھی نہیں کیا جاتا، بلکہ جھگڑا تو اس بات کا ہے کہ ایک عمل جائز طریقے سے ثابت ہے، پھر اسے ناجائز طریقوں اور جھوٹے حوالوں سے بدعت کیوں کہا جاتا ہے؟۔ تقی عثمانی صاحب کو اس بارے میں بات کرنی چاہئے تھی لیکن انہوں نے اور داؤ کھیلا اور اصل مسئلے کی طرف آئے ہی نہیں، چلو حدیث شریف کی طرف سے آنکھیں پھیر کر محبت میں انگوٹھے چومنا تو مان ہی لیا۔

مولوی پالن حقانی گجراتی کاٹھیاواڑی دیوبندی اپنی بے ربط کتاب ''شریعت یا جہالت'' میں لکھتے ہیں!

''(انگوٹھے چومنے) کے لئے لڑائی جھگڑا کرنا یا کرانا اور لوگوں کو انگوٹھے چومنے پر مجبور کرنا اور انگوٹھے نہ چومنے والوں کو حقیر نظروں سے دیکھنا، یا اسلام سے خارج سمجھنا اسلام کے سراسر خلاف ہے''۔

(حقانی گجراتی، محمد پالن، شریعت یا جہالت: لاہور، مکتبہ خلیل، ص ۳۴۸)

پالن حقانی صاحب کو انگوٹھے چومنے کے خلاف کوئی دلیل نہیں ملی تو انہوں نے اہل سنت پر جھوٹے الزام تراش دیئے، ہم اس کے جواب میں یہی کہیں گے کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے، اگر یہ جواب برا لگے تو پالن حقانی صاحب کو چاہئے کہ یہ الزام اہل سنت کی کتابوں

سے ثابت کردیں۔

پالن حقانی صاحب آگے لکھتے ہیں!

’’انگوٹھے چوم کرآنکھوں پرلگانا سنت یاواجب یافرض نہیں ہے بلکہ آپ اس کو درجہ بھی دیں گے تو مستحب، مستحسن یا مباح کے سوا کچھ بھی نہیں دے سکتے اورجس مباح کا یہ حال ہوکہ سنت، واجب اورفرض تو برسرعام ترک ہورہے ہوں لیکن اس مباح کوچھوڑنا سنت، واجب اورفرض سے بھی زیادہ براسمجھتے ہوں تو اس وقت اس مباح پرعمل کرنے کے لئے ہمارے علمائے حنفیہ کافتویٰ سنیئے، جس مباح کوسنت یاواجب سمجھ لیا جائے وہ مکروہ ہے۔فتاویٰ عالمگیری۔‘‘

(حقانی گجراتی، محمد پالن، شریعت یا جہالت: لاہور، مکتبہ خلیل ،ص ۳۴۸)

اس کے جواب میں عرض ہے کہ جب پالن حقانی صاحب نے خودہی انگوٹھے چومنے کو مستحب، مستحسن اورمباح مان لیاہے توباقی ساری تقریران کی فضول ہے، کیاسارے دیوبندی سنت، واجب اورفرائض پرکاربند ہیں، کیاوہ نمازوں کے تارک نہیں؟، کیاوہ دفتروں میں رشوت نہیں لیتے؟، کیاشادی بیاہ کی رسموں اوردوسرے مباح کاموں کوفرائض وسنن سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے؟۔

پالن حقانی صاحب آگے لکھتے ہیں!

’’انگوٹھے چوم کرآنکھوں پرلگانے کی جوحدیث ہے وہ بناوٹی ہے، لیکن صحیح حدیثوں پرکچھ غوراورفکرنہیں کرتے جن سے درودشریف کا پڑھنا ثابت ہوتا ہے‘‘۔

(حقانی گجراتی، محمد پالن، شریعت یا جہالت: لاہور، مکتبہ خلیل ،ص ۳۴۸)

اس کے جواب میں عرض ہے کہ پالن حقانی صاحب کےنزدیک جب یہ حدیث بناوٹی ہےتوانگوٹھے چومنا مستحب، مستحسن اورمباح کیسے ہوگیا؟ اسےتوبدعت اورممنوع ہوناچاہئے۔

ہمیں انتظار رہے گا کہ پالن حقانی یا علمائے دیوبند اس گھتی کو سلجھائیں گے۔

باقی رہا یہ اعتراض کہ صحیح حدیثوں پر کچھ غور فکر نہیں کرتے جن سے درود شریف پڑھنا ثابت ہے۔تو عرض ہے کہ پالن حقانی صاحب کو حنفی مذہب کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے اور یہ معلوم کرنا چاہئے کہ احناف کا صحیح مذہب کیا ہے۔ مذہب حنفی کی معتبر کتاب ''شامی'' کے متعلق دیوبندیوں کے امام مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک واقعہ کتاب ''ارواح ثلاثہ (حکایات اولیاء) میں اس طرح درج ہے

> کہ انہوں نے مولوی محمد یحییٰ کاندھلوی کو کہا فلاں مسئلہ شامی میں دیکھو! مولوی صاحب نے عرض کیا حضرت وہ مسئلہ شامی میں تو ہے نہیں، فرمایا یہ کیسے ہوسکتا ہے، لاؤ شامی اٹھاؤ، شامی لائی گئی ......شامی کے دو ثلث اوراق دائیں جانب کرکے اور ایک ثلث بائیں جانب کرکے اس انداز سے کتاب ایک دم کھولی اور فرمایا کہ بائیں طرف کے صفحے پر نیچے کی جانب دیکھو، دیکھا تو وہ مسئلہ اسی حصے میں موجود تھا۔
>
> (تھانوی ، اشرف علی ، ارواح ثلاثہ : مطبوعہ کتب خانہ امداد الغربا سہارنپور ۱۳۰۷ھ، ص ۲۹۲، حکایت نمبر ۳۰۸)

اس حوالے کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ شامی ان کے ہاں مانی ہوئی فتوے کی کتاب ہے تبھی تو زبانی یاد کررکھی ہے، اسی شامی میں لکھا ہے!

> ''پہلی شہادت سن کر صلی اللہ علیک یا رسول اللہ اور دوسری شہادت سن کر قرۃ عینی بک یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے، پھر دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو اپنی آنکھوں پر رکھے اور کہے اللھم متعنی بالسمع و البصر، ایسا کرنے والے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے''۔
>
> (شامی، ابن عابدین شامی، ردالمحتار حاشیہ علی الدرالمختار: بیروت،

ص ۲۶۷ (باب الاذان)

حنفی مذہب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنے کے اسی طریقے پر ہم کاربند ہیں، اس میں درود شریف پڑھنے کی ہدایت بھی کی گئی ہے اور انگوٹھے چومنے کی بھی، لہذا پالن حقانی صاحب کا یہ اعتراض بھی ختم ہوگیا کہ انگوٹھے چومنے کی بجائے درود شریف پڑھنا چاہیئے۔

مفتی عبدالرشید دیوبندی، مدرسہ تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی لکھتے ہیں!

''انگوٹھے چومنا۔ اگر اس کو بطور رقیہ وعمل کوئی کرے تو گنجائش ہے اور شاید ابتداء اس کی اسی طرح سے ہوئی ہو ۔ ھذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔(عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی)۔

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی، نگران شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، مدیر سجاد بخاری، شمارہ جون ۱۹۶۹ء، ص ۴۸۔

(مولوی حبیب اللہ ڈیروی، قہر حق ، مطبوعہ مکتبہ امدایہ معرفت مسلم دندان ساز کشمیری بازار ڈیرہ اسماعیل خان ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۷ء، ص ۳۸)

وہی پرانی قلبی شقاوت کہ انگوٹھے چومنا بطور تعظیم نہیں بلکہ آنکھوں کی حفاظت کے لئے بطور ''رقیہ'' (منتر) کے لئے گنجائش ہے۔

مفتی عبدالرحمن دیوبندی، جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں!

''سوال۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیں تو صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر انگوٹھے چوم سکتے ہیں، اس بارے میں وضاحت فرمادیں؟۔

جواب۔ اگر اس کو دین کا جز بنا کر کرے تو ناجائز ہے لیکن بطور علاج کے ایسا کرنا جائز ہے جیسا کہ حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ (پ ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء۔ف ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء) نے ارشاد فرمایا۔

(عبدالرحمن، مفتی، دینی مسائل (کالم)، مشمولہ، جمعہ میگزین، روزنامہ جنگ، لاہور، ۸رستمبر ۱۹۸۹ء)

مولوی عبدالشکور فاروقی لکھنوی دیوبندی (۱۲۹۳۔۱۳۸۱ھ) اپنی کتاب ''علم الفقہ'' میں لکھتے ہیں!

''اذان سننے والے کو مستحب ہے کہ پہلی مرتبہ اشھدان محمدا رسول اللہ سنے تو یہ بھی کہے صلی اللہ علیک یارسول اللہ اور جب دوسری مرتبہ سنے تو اپنے دونوں ہاتھ کے انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھ پر رکھ کر کہے قرۃ عینی بک یا رسول اللہ اللھم متعنی بالسمع والبصر''۔

(فاروقی لکھنوی، عبدالشکور، علم الفقہ، حصہ دوم، کراچی، دارالاشاعت، س ن، ص ۱۵۹)

چند اعتراضات کے جوابات

اعتراض۔ انگوٹھے چومنے کو کبھی نہ چھوڑنا اس بات کی دلیل ہے کہ ایسا کرنے والے اسے واجب یا سنت مؤکدہ سمجھتے ہیں، ورنہ وہ ایسا نہ کرتے اور کبھی ترک کر دیتے، مگر وہ ایسا نہیں کرتے، معلوم ہوا کہ وہ اسے واجب یا سنت مؤکدہ سمجھتے ہیں۔

جواب۔ اہل سنت اس فعل کو مستحب سمجھتے ہیں، واجب یا سنت مؤکدہ نہیں سمجھتے، اور اگر اس فعل پر ہمیشہ عمل بھی کریں تو مستحب کو مستحب سمجھنے کے لئے کبھی کبھی ترک کر دینا ضروری نہیں بلکہ اسے مستحب سمجھنا ہی کافی ہے، جس کا تعلق اعتقاد کے ساتھ ہے، جیسے ہم فرضوں کے آگے پیچھے غیر مؤکدہ سنتیں اور نوافل پڑھتے ہیں اور ہمیشہ پڑھتے ہیں، کوئی اس پر اعتراض نہیں کرتا کہ نوافل اور غیر مؤکدہ سنتیں ہمیشہ کیوں پڑھتے، یہ تو تم واجب اور مؤکدہ سمجھ لئے ہیں، اس سلسلے میں پڑھنے والوں کے اعتقاد کو مدنظر رکھا جاتا ہے اور کبھی بھی انہیں ان کے ترک کرنے پر

مجبور نہیں کیا جاتا۔

حدیث شریف میں مستحب عمل کو دائمی طور پر ہمیشہ کے لئے کرنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتر قرار دیا، چنانچہ بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ وامام احمد نے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''ان احب الاعمال الی اللہ ادومہ وہ ان قل'' یعنی اللہ تعالیٰ کو سب سے پسند وہ عمل ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ نفلی کام اور مستحب عمل جو ہمیشہ کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے۔

معترضین کا یہ کہنا کہ کسی عمل کو ہمیشہ کرنا وجوب پر دلالت کرتا ہے، اس حدیث کی روشنی میں غلط ہو کر رہ گیا، یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے نبی کی شان ہے کہ وہ جس عمل کو مواظبت اور ہیشگی سے کرتے وہ بالعموم اس کے وجوب کی دلیل ہوتا، امتی کی یہ شان نہیں کہ وہ جس فعل کو ہمیشہ کرے تو وہ اس کے وجوب کی دلیل ہو یا وجوبِ اعتقاد کو ظاہر کرتا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے'' ایاکم و الظن فان الظن اکذب الحدیث'' (بخاری، جلد ۲، ص ۸۹۶) بدگمانی سے دور رہو بدگمانی بدترین جھوٹ ہے۔

جب ایک جائز کام کو دلیل شرعی کے بغیر خواہ مخواہ دھونس دھاندلی سے ناجائز بتایا جارہا ہو تو وہاں اہل حق کو اس کام کے جواز کی شدومد کے ساتھ اشاعت کرنی چاہئے، چنانچہ اس سلسلے میں ایک فقہی مسئلہ کی مثال پیش ہے!

فقہاء فرماتے ہیں کہ یوں تو حوض کی نسبت نہر سے وضو کرنا افضل ہے لیکن معتزلہ جو مسلمانوں کا ایک گمراہ فرقہ ہے وہ حوض سے وضو کے قائل نہیں، اس لئے ان کی تذلیل کے لئے نہر کے ہوتے ہوئے حنفی کو حوض سے وضو کرنا افضل ہے۔ التوضؤ من الحوض افضل من النھر رغما للمعتزلۃ۔ (درمختار، ص ۲۳) یعنی معتزلہ فرقے کی تذلیل وتوہین کی غرض سے نہر کی نسبت حوض سے وضو کرنا افضل ہے۔

امام ابن الہمام فرماتے ہیں! التوضی بهاء الحوض افضل من النهر لان المعتزلة لا یجوز ونه من الحیاض فیر غمهم بالوضؤ منها۔ (فتح القدیر شرح ہدایہ، جلد ا، ص ۸۲) یعنی نہر کی نسبت حوض سے وضؤ بہتر ہے کیونکہ معتزلہ فرقہ حوض سے وضو کو جائز نہیں مانتا تو ان کی تذلیل کے لئے حوض سے ہی وضو کرے۔

منکرین انگوٹھے چومنے کے مستحب اور جائز کام کو بغیر کسی دلیل کے منع کرتے ہیں، تو اَب اہل سنت کو چاہئے کہ اذان واقامت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر ضرور انگوٹھے چوما کریں۔

اعتراض

امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی سے قرآن مجید کی ان پانچ آیتوں کے بارے میں پوچھا گیا جن میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک آتا ہے کہ ان آیات کو سن کر انگوٹھے چومنے چاہئیں یا نہ؟ تو امام بریلویت جواب دیتے ہیں کہ پنج آیت کے وقت اس فعل (یعنی انگوٹھے چومنے) کا ذکر کسی کتاب میں نہ دیکھا گیا اور فقیر (احمد رضا خان بریلوی) کے نزدیک یہاں بر بنائے مذہب ارجح واصح غالباً ترک زیادہ انسب والیق ہونا چاہئے

۔(ابر المقال ص ۱۲)

امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی کا ''پنج آیت'' کے وقت انگوٹھے چومنے کے فعل کو ترک کرنے کو انسب اور مذہب ارجح واصح کہنا کس اصول پر مبنی ہے۔

پنج آیت کی تلاوت کے وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنے کے فعل کو ترک کرنے کے بارے مین انسب والیق کہہ کر امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی نے شان رسالت میں کس قدر گستاخی کا ارتکاب کیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ امام بریلویت کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات

پاک کی محبت کے غلبہ کا دعویٰ محض زبانی تھا اور دل میں محبت نہ تھی، ورنہ یہ لفظ کبھی نہ کہتا۔(ملخصاً)(۱۴۴)

(نیلوی، محمد حسین، خیر الکلام: ص ۴۵-۴۴)

اس کے جواب میں عرض ہے کہ اہل سنت قرآت قرآن کے وقت ''انصتوا'' کے قرآنی حکم کی وجہ سے ساکت وصامت رہنے کو ترجیح دیتے ہیں، اور الیق وانسب جانتے ہیں، کہاں انصتوا کا قرآنی حکم اور کہاں مسند الفردوس دیلمی کی موقوف روایت، الغرض جہاں دلیل مافوق موجود ہو تو وہاں ہم استحباب واباحت کا قول نہیں کرتے، لہذا جتنی قیاس آرائیاں کی جا رہی ہیں وہ سب فضول ہیں اور ان قیاس آرائیوں کی غرض وغایت بظاہر تو یہی نظر آتی ہے کہ اس بابرکت نام کو جو اہمیت ومقبولیت حاصل ہے، اس کو کم کیا جائے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

بعض حفاظ ختم اور فاتحہ خوانی میں آیت ''ما کان محمد'' پڑھ کر انگوٹھے چومنے کے لئے وقف کرتے ہیں اور پھر آیت کا اگلا حصہ ''ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین'' پڑھتے ہیں، ایسا نہیں کرنا چاہیئے، بلکہ آیت کو مسلسل پڑھنا چاہئے اور وقف نہیں کرنا چاہیئے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی عبارت کے اصل الفاظ درج ذیل ہیں!

''پنج آیت کے وقت اس فعل کا ذکر کسی کتاب میں نہ دیکھا گیا، اور فقیر کے نزدیک یہاں بر بنائے مذہب ارجح واصح غالباً ترک زیادہ انسب والیق ہونا چاہیئے۔ والعلم بالحق عند الملک العلام الجلیل''۔

(بریلوی، امام احمد رضا، ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال: ص ۱۸)

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ آیات قرآنیہ پڑھتے وقت اس فعل کا ذکر کسی کتاب میں نہیں دیکھا، صحیح اور راجح مذہب کی بنا پر اس کو ترک کرنا زیادہ مناسب اور

زیادہ لائق ہونا چاہیئے۔ بتایئے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا گستاخی ہے؟۔ اجابت اذان کے وقت اس فعل کو کرنا فقہاء نے مستحب لکھا ہے، اس لیئے ہم اس پر عمل کرتے ہیں۔

اعتراض

مولوی محمد حسین نیلوی دیوبندی نے اپنی کتاب ''خیرالکلام'' کے صفحہ ۱۲۸ پر ''لا یصح بمعنی موضوع'' کے عنوان سے ''تذکرۃ الموضوعات'' اور ''اسنی المطالب'' کے حوالوں سے لکھا کہ محدثین نے لا یصح کا مطلب موضوع لیا ہے۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ ہر جگہ لا یصح کا مطلب موضوع نہیں ہے، ورنہ درج ذیل لا یصح کا مطلب کیا ہوگا، مثلاً ملا علی قاری لکھتے ہیں!

''قال اسحاق بن راھویہ لا یصح فی فضل معاویۃ بن ابی سفیان عن النبی علیہ السلام شیٔ''۔

(قاری۔ ملاعلی، موضوعات کبیر: کراچی، نور محمد کارخانہ، س ن، ص ۱۶۹)

یعنی محدث اسحاق بن راہویہ کا قول ہے کہ معاویہ بن ابوسفیان کی فضیلت میں کچھ بھی نبی علیہ السلام سے صحیح نہیں، یعنی لا یصح فی المرفوع فی فضلہٖ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں ایک بھی مرفوع حدیث صحیح نہیں۔

اب بتایئے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں جو حدیثیں پائی جاتی ہیں اُن کے متعلق لکھا ہے ''لا یصح''۔ تو یہاں لا یصح کا کیا معنی کروگے؟۔ لا یصح کے لفظ سے اگر تقبیل ابہامین کے ''پرخچے اڑتے ہیں'' تو شان امیر معاویہ رضی اللہ عنہٗ کیسے سلامت رہتی ہے؟ واضح ہوا کہ ''لا یصح'' سے حسن ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔

اعتراض

مولوی محمد حسین نیلوی اپنی کتاب خیر الکلام میں لکھتے ہیں!

''حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا اسم گرامی سن کر تو تعظیم وادب اور عقیدت و

محبت سے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر پھیرتے ہیں، لیکن افسوس ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کا نام مبارک سن کر عقیدت و محبت اور تعظیم و ادب سے انگوٹھے چوم کر

آنکھوں پر نہیں پھیرتے، کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام مبارک کی اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کے نام سے بھی زیادہ تعظیم و احترام ہے"۔

(نیلوی ، محمد حسین، خیر الکلام: ص۵۹)

اس جاہلانہ اعتراض کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر درود شریف پڑھنا ضروری ہو جاتا ہے، لیکن مولوی صاحب یا ان کے متبعین کہیں دکھا سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نام سن کر جل جلالہٗ وغیرہ کہنا ضروری ہو، یہ ضروری تو کیا سنت بھی نہیں بلکہ مستحب ہے، کیا اس سے لازم آئے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اللہ تعالیٰ کی شان سے بڑھ گئی؟ ، ہرگز نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ انگوٹھے چومنے کے متعلق حدیث ضعیف سے ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ کا نام چومنے کے متعلق کوئی حکم نہیں، دوسرے یہ کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے نور مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم دیکھنے کی تمنا کی تو وہ نور ان کے انگوٹھوں کے ناخنوں میں چمکایا گیا، انہوں نے فرط محبت سے ان ناخنوں کو چوما اور آنکھوں سے لگایا۔(انجیل برنباس)

اعتراض

مولوی نیلوی صاحب لکھتے ہیں :

"اس عمل کو نصاریٰ کے عقیدے سے اخذ کیا گیا ہے، اور اس عمل میں میسحوں سے مشابہت ہے اس لئے یہ عمل مکروہ ہے"۔

(نیلوی ، محمد حسین، خیر الکلام: ص۸۹)

مولوی صاحب سے سوال ہے کہ انجیل سے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آنے کی بشارت کے حوالے بھی ملتے ہیں، ان کو اپنی تائید میں کیوں پیش کرتے ہو؟ ۔کیا وہ نصاریٰ کا عقیدہ نہیں؟۔

مزید گذارش ہے کہ عیسائی مذہب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنے کو صحیح نہیں مانا جاتا، تو ثابت ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک پر انگوٹھے چومنے والے عیسائیوں سے مشابہت نہیں رکھتے بلکہ مخالفین انگوٹھے نہ چومنے کی بنا پر عیسائیوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔

مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی لکھتے ہیں!

''غیر مسلموں کی بات کو اپنی تائید میں پیش کرنا کوئی گناہ نہیں ہے، مگر سوال یہ ہے کہ اصل چیز کسی معقول طریقہ سے اسلام سے بھی تو ثابت ہو، جب انگوٹھے چومنے کی سب حدیثیں ہی موضوع اور جعلی ہیں تو پھر اصل کیا اور اس کی تائید کیا؟''۔

(صفدر ، سرفراز خاں ، راہ سنت: ص ۲۴۵)

ایک دیوبندی مولوی دوسرے دیوبندی مولوی کی تغلیط کر رہا ہے، ایک کہہ رہا ہے کہ عیسائیوں کی کتابوں سے حوالہ نہیں لینا چاہئے، دوسرا کہتا ہے کہ حوالہ لینا کوئی گناہ نہیں، رہی یہ بات کہ یہ سب حدیثیں موضوع اور جعلی ہیں، تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ مولوی سرفراز نے جس حوالے سے انگوٹھے چومنے کی حدیثوں کو موضوع اور جعلی کہا ہے، وہ حوالہ ہی خود موضوع اور جعلی گھڑا ہوا ہے، ہم تو پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ مولوی سرفراز یا کسی دیوبندی میں ہمت و جرأت ہے تو اس ''تیسیر المقال'' والے حوالے کو صحیح ثابت کر دیں۔

اعتراض

مولوی محمد حسین نیلوی دیوبندی کی کتاب کا نچوڑ اور آخری سوال

مولوی صاحب لکھتے ہیں!

''آخر میں مجوزین تقبیل ابہامین سے ہمارا ایک سوال ہے کہ مؤذن جب اذان میں اشہد ان محمد ارسول اللہ کہتا ہے تو خود اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر

کیوں نہیں پھیرتا، کیا مؤذن کو اس کی ممانعت ہے، اسی طرح قرآن مجید میں چار جگہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک محمد اور ایک جگہ احمد آتا ہے، تو کیا تراویح میں قرآن مجید سنانے والا اور اور اس کے مقتدی ان پانچ مقامات پر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر پھیرتے ہیں، اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے، ہمارے اس سوال کا جواب دے کر شکریہ کا موقع دیجئے، ہم جواب کے منتظر رہیں گے۔"

(نیلوی، محمد حسین، خیر الکلام: ص ۱۴۴)

اس سوال کے جواب میں عرض ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مذکور ہے کہ وہ اذان کہتے ہوئے کانوں میں انگلیاں ڈالتے تھے (ترمذی شریف، حدیث نمبر ۱۹۸)، پس مؤذن کے لئے کانوں میں انگلیاں رکھنا سنت ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے یہ حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھیں۔ (بخاری شریف حدیث نمبر ۷۴۰) امام اور مقتدی کے لئے ہاتھ باندھنا سنت ہے۔

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اپنے رسالہ "نہج السلامہ فی حکم تقبیل الابھامین فی الاقامه" (۱۳۳۳ھ) میں فرماتے ہیں!

"نماز واستماع قرآن مجید واستماع خطبہ جن میں حرکت منع ہے اور ان کے امثال مواضع لزوم محذور کے سوا جہاں کہیں بھی یہ فعل بنظر تعظیم ومحبت حضرت رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ ہو جیسا کہ بعض محبان سرکار سے مشہور ہے، بہر حال محبوب ومحمود ہے"۔

(بریلوی، امام احمد رضا، فتاوی رضویہ (جدید)، ج ۵، رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۳ء، ص ٦٥٢)

امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اس عبارت میں صاف لکھ رہے ہیں کہ حالت نماز میں، قرآن مجید سنتے وقت اور خطبہ سنتے وقت نام اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانے کا فعل نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ان مواضع ومواقع میں کسی بھی قسم کی حرکت

کرنا منع ہے، یا تو یہ لوگ علمائے اہل سنت اور امام احمد رضا بریلوی کی کتابیں پڑھتے ہی نہیں اور اہل سنت کا موقف جانتے ہی نہیں، تبھی جہالت کی بنا پر ایسے اعتراض کرتے ہیں، یا پھر جان بوجھ کر فضائل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں ایسا کرتے ہیں۔

معلوم نہیں کہ مدرسہ دیوبند میں کون یہ تعلیم دے رہا کہ سنت فعل کو چھوڑ کر مستحب فعل یا مباح فعل کو اختیار کیا جائے، نیلوی صاحب کی پوری کتاب کا نچوڑ یہ آخری سوال تھا جس کی بنیاد نص کے مقابلے پر قیاس پیش کر کے استوار کی گئی تھی اور اس میں ان کا کوئی قصور نہیں، کیونکہ جس نے سب سے پہلے نص کے مقابلے پر قیاس کیا تھا، یہ قوم اسی کی خوشہ چین ہے۔

مولوی محمد حسین نیلوی دیوبندی نے قیاس سے کام لیا تھا، مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ملاحظہ فرمائیں، فتاویٰ حقانیہ میں لکھا ہے :

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں:

''اصحاب ابی حنیفہ مجمعون علی ان مذھب ابی حنیفة ان ضعیف الحدیث اولی عندہ من القیاس و الرائی''۔(اعلام الموقعین، ج۱،ص ۸۲)

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کا اس پر اجماع ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ ضعیف حدیث ان کے نزدیک قیاس اور رائے سے بہتر ہے۔

(فتاویٰ حقانیہ، جلد اوّل، مطبوعہ مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک، ناشر دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ۲۰۰۹ء ،ص ۲۳)

اعتراض

دیوبندی مولوی طاہر حسین گیاوی نے اپنی کتاب ''انگشت بوسی سے بائبل بوسی تک'' میں کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ :

''کنز العباد اور فتاوی صوفیہ چونکہ ضعیف وموضوع روایات پر مشتمل کتابیں ہیں لہذا فقہاء ومحدثین کے نزدیک غیر معتبر ہیں''۔(انگشت بوسی سے بائبل بوسی تک،ص ۲۷)

(نافع الکبیر، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۹۹۰ء، ص ۲۹)

طاہر حسین گیاوی نے یہ اعتراض علامہ عبدالحی لکھنوی کی کتاب ''النافع الکبیر یطالع الجامع الصغیر'' کے حوالہ سے لکھا ہے۔

دوسرا اعتراض علامہ عبدالحی لکھنوی کی کتاب ''عمدۃ الرعایہ شرح الوقایہ'' سے نقل کیا ہے کہ ''قہستانی کی کتاب شرح مختصر الوقایہ (جامع الرموز) غیر معتبر کتابوں میں سے ہے''۔

(انگشت بوسی سے بائبل بوسی تک، ص ۴۶)

(عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنو، ص ۱۱)

(طاہر حسین گیاوی، انگشت بوسی سے بائبل بوسی تک، مطبوعہ کتب خانہ نعیمیہ دیوبند ۱۴۱۷ھ، ص ۷،۲،۴۶)

ان اعتراضات سے مولوی طاہر حسین گیاوی کو کچھ حاصل نہیں ہوگا، کیونکہ مولانا عبدالحی لکھنوی کی مراد یہ ہے کہ یہ کتابیں احکام یعنی حلال وحرام طلاق نکاح وغیرہ کے مسائل کے لئے غیر معتبر ہیں، ان میں ضعیف وموضوع روایتیں ہیں، ورنہ مولانا عبدالحی لکھنوی اپنے فتاوی میں درج ذیل فتویٰ نہ درج کرتے :

فتاویٰ عبدالحی (اُردو) میں لکھا ہے :

''بعض فقہاء کے نزدیک مستحب ہے، جامع الرموز میں ہے اعلم انہ یستحب ان یقال عندسماع الاول من الشھادۃ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وعند سماع الثانیۃ قرۃ عینی بک یارسول اللہ ثم یقال اللھم متعنی بالسمع والبصر وبعدہ وضع ظفر الیدین علی العینین فانہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون قائد الہ الی الجمۃ کذافی کنز العباد جاننا چاہیے کہ (اذان میں) پہلی شہادت کوسن کر صلی اللہ علیک یا رسول اللہ اوردوسری کوسن کر قرۃ عینی بک یارسول اللہ اور پھر اللھم متعنی بالسمع

والبصر کہنا مستحب ہے اس کے بعد دونوں ہاتھوں کے دونوں ناخنوں کو آنکھوں پر رکھے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس شخص کو جنت میں لے جائیں گے"۔

(مجموعہ فتاویٰ عبدالحی، اُردو، جلد اوّل، مطبوعہ مطبع قیومی کانپور ۱۳۴۵ھ، ص۱۹۶، ۱۹۷)

یہی مولانا عبدالحی لکھنوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب "السعایہ شرح وقایہ" میں لکھتے ہیں!

" فقد ورد ذلک فی احادیث مرفوعة وموقوفة کلها ضعیفة ولایصح فی هذا لباب حدیث مرفوع فمن ثم صرح بعض الفقهاء باستحبابه فی اذان عند الشهادتین لان الحدیث الضعیف بکفی فی فضائل الاعمال۔

(لکھنوی، حافظ عبدالحئ، السعایہ، ج ۲، مطبوعہ مطبع المصطفائی ۱۳۰۶ھ، ص ۴۶)

ترجمہ۔ انگوٹھے چومنے کے متعلق مرفوع اور موقوف احادیث آئی ہیں لیکن وہ سب ضعیف ہیں، اس کے بارے میں کوئی صحیح مرفوع حدیث نہیں، اسی لئے بعض فقہاء نے اس کے استحباب کا قول کیا ہے، اس لئے کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کفایت کرتی ہے۔

اعتراض

مضمون مکمل ہونے پر دیوبندی مکتبہ فکر کی ایک اور کتاب نظر سے گزری، جس کا نام" انگوٹھے چومنے کا مسئلہ دیوبند کی عدالت میں" اس کے مرتب نعمان محمد امین ہیں، اشاعت اوّل نومبر ۲۰۰۸ء کراچی۔

اس کتاب میں شیخ شرف الدین یحیی منیری قدس سرہٗ کے ملفوظات "معدن المعانی" کے حوالے سے لکھا :

''کسی شخص نے اذان میں حضور نبی کریم ﷺ کا نام نامی سن کر انگوٹھے چومنے کے بارے میں سوال کیا تو مخدوم صاحب (شرف الدین ابن شیخ یحیی منیری) نے فرمایا کہ انہوں نے کسی کتاب میں اس کے جواز کے بارے میں نہیں پڑھا اور جو کتابیں ان کے پاس ہیں، ان میں بھی کہیں اس کا ذکر نہیں (بحوالہ معدن المعانی (عربی) مرتبہ زین بدر، ص ۱۱۶)

مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا ضیاء الدین سنامی محدث بھی تھے اور مفسر بھی، ایک روز ان کے وعظ میں حضرت مخدوم صاحب بھی شریک تھے، اتفاق سے کسی شخص نے ان سے انگوٹھے چومنے کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ کتابوں میں تو یہ مسئلہ کہیں نظر نہیں آیا۔

(منقول از ماہنامہ الحق، اکوڑہ خٹک، ص ۵۱، ۱۲، بابت ماہ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ مطابق ستمبر ۱۹۸۲ء، مضمون پروفیسر اسلم صاحب لاہور، تبصرہ بر کتاب ملفوظات معدن المعانی، مرتبہ زین بدر، (عربی) مطبوعہ اشرف الاخبار، بہار شریف ۱۸۸۴ء)

نعمان امین صاحب نے یہ حوالہ مولوی عبدالحمید سواتی کی کتاب ''نماز مسنون'' مطبوعہ ادارہ نشر و اشاعت نصرۃ العلوم گوجرانوالہ دسمبر ۲۰۰۸ء، ص ۲۵۹ سے لیا ہے۔

ہم نے جب اصل کتاب '' ملفوظات معدن المعانی'' دیکھی تو بات کچھ اور ہی نکلی، اصل ملفوظ درج ذیل ہے :

'' خاکسار نے عرض کیا کہ اذاں کے وقت جب مؤذن ''اشھد ان محمدا رسول اللہ'' کہتا ہے تو اکثر لوگ انگلیوں کو چومتے ہیں اور دونوں آنکھوں پر رکھتے ہیں یہ کہاں سے ہے؟